

! اسلام علیکم

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا
تک پہنچانا چاہتے ہیں تو زوبی ناولز زون

<https://www.zubinovelzone.com>

<https://www.znzlibrary.com/>

<https://www.znz.today>

آن لائن ویب سائٹ آپ کو پلیٹ فارم فراہم کر رہا ہے اگر آپ ہماری ویب سائٹ پر اپنا ناول، افسانہ، کالم آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ابھی ای میل کریں۔

ZUBINOVELSZONE@GMAIL.COM

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل اور وٹس ایپ کے ذریعہ رابطہ کر سکتے ہیں
وہاں سب پر رابطہ کرنے کے لئے نیچے لنک پر کلک کرے

[0344 4499420](https://www.facebook.com/Zubi.Novels.Zone.10)

<https://www.facebook.com/Zubi.Novels.Zone.10>

انتباہ! اس ناول کے تمام جملہ حقوق زوبی ناولز زون کے پاس محفوظ ہیں کسی بھی طرح کاپی کرنے سے گریز کیا جائے۔

<https://www.facebook.com/groups/Z.Novel.Zone>

WhatsApp Channel Link

[Channel Join Now](#)

باس میں موجود ناولز یا کیٹیگری والے ناولز پڑھنے کے لئے ناول نام یا کیٹیگری نام پر کلک کریں

Famous Youtube Novels

[Novel Name : Yaar E Sitamgar](#)

[Jaan E Aziz Novel By Dua Khan](#)

[Lams E Junoon By Zoya Ali Shah](#)

[Teri Rahguzar Novel By Kitab Chehra](#)

[Bismil Novel By Mehrunnisa Shahmeer](#)

[Shiddat E Yaar Novel By Zoya Ali Shah](#)

[Ishq E Maknoon Novel By Maryam Jutt](#)

[Saza E Ishq Novel By Shahzmeen Mehdi](#)

[Atish E Ishq An American Monster By Saleha Iqbal](#)

Novels Categories

[Web Special](#)

[Short Novels](#)

[Long Novels](#)

[Digest Novels](#)

[Romantic Novels](#)

[Facebook Novels](#)

[Ebook Novels PDF](#)

[Youtube Novels PDF](#)

Click On The Link Above To Read More Novels / [🔗](#) / [✉](#) [0344 4499420](https://www.zubinovelzone.com/)

<https://www.zubinovelzone.com/>

مکمل ناول

محبت زندگی میری

عروبہ نازنین

یہ منظر ایک گھر کا ہے۔ جہاں بہت سے لوگ ایک دوسرے سے خوش
گپیوں میں مصروف ہیں۔ تھری سیٹر صوفے پر جمود آصف، عاطف
بیٹھے تھے۔ ٹو سیٹر صوفے پر عارف اور ان کی دادو بیٹھے تھے۔ اور ساتھ
سنگل صوفے پر آمنہ اور شبانہ براجمان تھیں۔ کچن سے رانیہ چائے لے
کر ان سب کے سامنے رکھ چکی تھی۔ جب باقی سب کو چائے دینے کے

بعد اس نے چائے حمود کو دی تو اس نے یہ کہہ کر لینے سے انکار کر دیا کہ وہ کافی پیتا ہے۔ اس کی بات پر رانیہ نے ناک منہ چڑھایا۔

”او نہہ پتا نہیں یہ کالا پانی کیسے پی لیتے ہیں۔“

اس کے خیال میں اس نے دل میں یہ بات کہی تھی۔ لیکن اس کی آواز اتنی ضرور تھی کہ حمود کے کانوں تک پہنچ سکے۔ حمود اس کی بات پر حیران ہوا تھا۔ کیونکہ وہ اسے بہت کم گو سمجھتا تھا۔ پر یہ اسکی غلط فہمی تھی۔ وہ بس اس کے سامنے ہی کم بولتی تھی۔ ورنہ وہ باتونی تھی۔ رانیہ کو حمود سے خاصی چڑ تھی۔ بقول اس کے وہ خاصا نخریلا تھا۔ اور اس میں خواہ مخواہ کالہ بیٹسود تھا

کمرے میں بیڈ پر بہت سے کپڑے بکھرے ہوئے تھے۔

آمنہ مجھے بالکل بھی سمجھ نہیں آرہی کل کونسے کپڑے

”پہنوں؟“

انھیں اپنی دوست کی سا لگرہ پر جانا تھا۔
تم کچھ بھی پہن لو اچھی ہی لگو گی۔“ آمنہ نے جواب دیا۔
اچھا ویسے ہم کل جائیں گے کیسے؟“ رانی نے پوچھا۔
بھائی کے ساتھ۔“ آمنہ اس کے سوال پر بولی۔
یار پلیزان کے ساتھ نہیں۔“ رانی بے چارگی سے بولی۔
کیوں تمہیں آخر بھائی سے کیا مسئلہ کیا ہے۔ اتنے تو سویٹ ہیں“
وہ۔“ ایمنی نے اس کو جواب دیا۔
رہنے دو بس۔ ان کے سامنے تو کرایا بھی میٹھا لگے۔“ رانی نے ناک
چڑھائی۔

حمود جو آمنہ کو بلانے آ رہا اس کی بات سن اس کے قدم وہیں تمھے
تھے۔ آمنہ جو اپنے بھائی کو دیکھ چکی تھی رانیہ کو چپ رہنے کا اشارہ کر

رہی تھی اور وہ اس کے اشارے دیکھے بغیر اس کی مزید برائیاں کرنے میں لگی تھی۔

پتہ نہیں کس بات کا اسٹیڈو دے ان میں۔ ہر وقت ان کا غصہ ناک پر ”ہوتا ہے۔ ایک نمبر کے اکڑو ہیں۔ ارے تم تو مجھے ایسے اشارے کر رہی ہو جیسے وہ جلاد میرے پیچھے“۔۔۔

اگلے الفاظ اس کے منہ میں ہی رہ گئے تھے کیونکہ کہ وہ اس جلاد اوپس حمود کو دیکھ چکی تھی۔ حمود نے واپس جانے کیلئے کہا تو آمنہ اپنی چادر لینے چلی گئی۔ اب رانیہ بھی وہاں سے جانے کیلئے پر تو لنے لگی۔ جب حمود اس سے مخاطب ہوا۔

ویسے کافی نیک خیالات ہیں آپ کے میرے بارے میں۔“ حمود نے ”اسے مخاطب کیا۔

وہ دونوں بہت کم ایک دوسرے سے مخاطب ہوتے تھے۔

”وہ میں آپ کے بارے میں تو نہیں کہہ رہی تھی۔“
اس سے پہلے کے وہ بات مکمل کرتی آمنہ وہاں آئی اور اس سے مل کر
اپنے بھائی کیساتھ گھر کے لیے روانہ ہو گئی تھی

حمود گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا اور آمنہ فرنٹ سیٹ پر براجمان تھی۔ شبانہ
پچھلی سیٹ پر نیند کے مزے لوٹ رہی تھی۔
بھائی ویسے نہ رانی مزاق کر رہی تھی۔ ”آمنہ نے رانی کی طرف داری“
کی۔

”کونسا مزاق۔“ حمود نے پوچھا۔
”وہ جو کمرے میں۔۔۔“ ایبی نے بات ادھوری چھوڑی۔“

ایمی پلیز مجھے اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنی۔“ اس کا لہجہ دو۔“
 ٹوک تھا۔ ایمی کچھ بول ہی نہ پائی۔ جب وہ گھر پہنچے۔ مسٹر اور مسز حیدر
 ہال کمرے میں ہی تھے۔ انہوں نے سلام کیا اور بیٹھ گئے۔
 آگئے تم لوگ۔ وہاں سب کیسے تھے۔“ مسز حیدر نے پوچھا۔“
 جی۔“ جواب آمنہ نے دیا۔ شہی اور مسٹر حیدر آرام کیلئے کمرے میں جا
 چکے تھے۔

امی میں سوچ رہی تھی اب میری بھابی آجانی چاہیے۔ اور رانی کا
 آپشن بہت اچھا ہے۔“ ایمی نے تجویز پیش کی۔
 میں خود چاہتی ہوں پر تمہارا بھائی بھی تو مانے۔“ مسز حیدر نے کہا۔“
 امی مجھے رانیہ میں کوئی دلچسپی نہیں ہے ہاں شادی میں کروں گا اپنی
 پسند کی لڑکی سے۔“ حمود نے جواب دیا۔
 کوئی پسند ہے تمہیں۔“ مسز حیدر نے پوچھا۔“

وقت آنے پر بتادوں گا۔ پہلے ان دونوں کی شادی ہو جائے،“ حمود نے

جواب دیا۔

بھائی،۔۔۔ ایسی احتجاجاً چلائی تھی۔ جس پر وہ مسکرایا۔ اور اپنے

کمرے میں چلا گیا

حمود اپنے کمرے میں آیا اور فریش ہونے چلا گیا۔

فریش ہو کر آیا اور اپنا موبائل اٹھایا۔

”رائمہ کی مسڈ کالز۔“

اس نے اسے کال کی۔

”ہیلو حمود کہاں تھے؟“

”کب سے کالز کر رہی ہوں۔“

”اٹھا کیوں نہیں رہے؟“

رائمہ نے سوالوں کی بوچھاڑ کی۔

”اوہو کیا ہو گیا سانس تو لے لو۔ اتنے سوال کرو گی تو جواب کیسے دوں“

”گا۔“

”ویسے اتنی ایکسائٹڈ کیوں ہو؟“

حمود نے پوچھا۔

”یار تم سے کل ملنا ہے نہ اس لئے نہ۔“

Zubi Novels Zone

رائمہ نے بتایا۔

”او اچھا! ہمیں کل ملنا تھا کیا؟“

وہ اسے تنگ کرنے پر آمادہ تھا۔

”حمود۔۔۔۔۔۔“

رائمہ چلائی۔

”اچھا اچھا مزاق کر رہا تھا۔“

اس کے بعد وہ اس کے ساتھ کافی دیر باتیں کرتا رہا۔

رانیہ اپنی بکری کو چارادے رہی تھی۔ جب ڈور بل بجی۔

”ارے بھائی کون ہے؟“

اس نے دروازہ کھولا۔

سامنے پڑوس والی آنٹی مینہ تھیں۔

انھیں دیکھ رانی نے ناک سکوڑی۔

”ارے آپ یہاں۔“

کیسے آنا ہوا؟“ رانی نے پوچھا۔

بیٹا اندر تو آنے دو۔“ آنٹی نے جواب دیا۔

دل تو کر رہا ہے دھکے دے کر باہر نکالوں۔ موٹی“

”او نہہ کوئی شکایت ہی لائی ہوگی۔

ان کی بات پر رانی دل میں بولی۔

آئیے نہ۔“ بظاہر وہ خوش دلی سے بولی۔”

رانی تمھاری بکری پھر سے میرے

”پودے کھاگئی۔

اندر آکر انہوں نے کہا۔

آنٹی بکری ہے پودے ہی”

”کھائے گی۔ گوشت تو کھانے سے رہی۔

اور میرے آم کے پودوں کا کیا؟“ آنٹی نے پوچھا۔”

وہ میں لگوا دوں گی“ رانی فراغ دلی سے بولی۔”

”اچھا! کیا سچ میں؟“

وہ حیرانگی سے بولیں۔

وہ وہاں دیکھیں۔“ اس نے باہر کی طرف اشارہ کیا۔”

آنٹی نے باہر دیکھا تو وہ بولی۔

وہاں پانچ گٹلیاں ہیں آم کی پوری پانچ۔ صبح ہی چاٹ کر پھینکی۔“
تھیں۔

کیا یاد کریں گی آپ۔ انھیں زمین میں دبا دیں۔ بہت ہی اچھے پودے۔“
نکلیں گے۔

“رانیہ کی چاٹی ہوئی گٹلیوں کے لگائے ہوئے پودے۔“
اس نے ان پر احسان کیا تھا۔

وہ ہونقوں کی طرح اسے دیکھ رہیں تھیں۔

ان کی شکل دیکھ اسے ہنسی تو بہت آئی
پر وہ چپھا گئی۔

ارے آنٹی منہ تو بند کر لیں۔ مکھی نہیں جتنا آپ کا منہ ہے پورا جھنڈ”
”جاسکتا ہے۔“

اس نے اپنی بات کی تصحیح کی۔
وہ اونہہ کہہ کر وہاں سے چل دیں۔
اور رانی ہنستے ہوئے بکری کے پاس آگئی۔

آج وہ دونوں ایک کیفے میں بیٹھے تھے۔

ایک بات پوچھ سکتا ہوں۔“ حمود نے بات کا آغاز کیا۔“

ہاں پوچھو۔“ رائمہ نے اجازت دی۔“

تم نے اپنے گھر بات کی ہمارے بارے میں کہ ابھی نہیں۔“ حمود نے

پوچھا۔

مام کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔“ رائمہ نے جھوٹ کا سہارا لیا۔“

اوہ۔ اچھا۔ جب ٹھیک ہوں گی تو بات کرنا۔“ حمود نے جواب دیا۔
 ہم۔“ رائمہ بس اتنا ہی بول کر چپ ہو گئی۔“

رائیہ کب تیار ہو گی تم؟“
 رائیہ بیٹھی تھی۔ جب اس کی امی نے اسے گھر کا۔
 امی ہو جاتی ہوں دس منٹ تو لگیں گے۔“ رائی نے جواب دیا۔
 “کبھی ان ناولز کی جان چھوڑ دیا کرو۔“
 آگ لگا دوں گی ان کو کسی دن۔“ امی نے دھمکی دی۔
 امی موبائل میں ہیں ناولز کیسے لگائیں گی۔“ رائی نے دانت نکالتے
 ہوئے کہا۔
 تمھاری تو۔“ اس کی بات پر امی کا ہاتھ اپنی چپل کی
 طرف گیا تھا۔

اور وہ پھر تیار ہونے چلی گئی۔ مبادہ اس کی اماں اسی چیل سے چھترول نہ کر دیں۔۔

وہ اگلے دس منٹ میں واقعی میں تیار تھی۔

وائٹ کلر کی فراک جس کے بازو نیٹ کے تھے۔ ریڈ ڈوپٹا۔ ساتھ لائٹ سی جیولری۔ ریڈ لپسٹک اس کی خوبصورتی کو چار چاند لگا رہے تھے۔

وہ نیچے آئی تو اسے دیکھ مسز دائم

نے بے ساختہ ماشاء اللہ کہا تھا۔

”امی میں کیسی لگ رہی ہوں۔“

میری بہ بیٹی تو ہے ہی پیاری۔“ انھوں نے رانی کے پوچھنے پر بتایا۔“

اور پھر وہ ایبی کی کال پر باہر کی جانب چلی گئی۔

ایبی پچھلی سیٹ پر بیٹھی تھی۔

حمود گاڑی کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا تھا۔

وہ باہر آئی تو حمود اسے مہبوت سادیکھے گیا۔
ہوش تو اسے رانیہ کی آواز نے دلایا۔
ایمو میں کیسی لگ رہی ہوں؟“ اس نے گھوم کر اس سے پوچھا۔
”بہت بہت بہت پیاری۔“

اور وہ اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔
حمود کی ڈرائیو کرتے وقت بار بار نظر اس کی طرف اٹھ رہی
تیھیں۔ جب رانی کی نظر اس پر پڑی
تو وہ خواہ مخواہ ہی مر رہٹھیک کرنے لگ گیا۔
اس نے انھیں وہاں ڈراپ کیا خود اپنے
دوست سے ملنے چلا گیا۔

”السلام علیکم۔“

”وعلیکم سلام۔“

حمود اسود سے بغلگیر ہوا۔

”کیسے ہو؟“

”ٹھیک ٹھاک۔“ اسود کے پوچھنے پر حمود نے جواب دیا۔

”تم کیسے ہو؟“ حمود نے پوچھا۔

”میں بھلا چنگا۔“ اسود نے جواب دیا۔

وہ دونوں بیٹھ گئے۔

اور سناشادی وادی کیا ابھی تک چھڑا چھانٹ۔“ اسود نے پوچھا۔

”ابھی تک تو نہیں۔“ حمود نے بتایا۔

وہ دونوں کافی عرصے بعد ملے تھے۔

”مجھے تو بلائے گا نہ اپنی شادی میں۔“

بالکل کیوں نہیں۔“ اسود کے سوال پر حمود نے جواب دیا۔

حمود نے آڑ در کرنے کو اسود کو کہا

ایک کڑاھی، دو برگر، دو پلیٹ ملائی کوفتہ، چھ سیخ کباب اور دو کوک اور ”
ہاں۔۔۔۔

ابھی وہ اور بھی بولتا اگر ویٹر کی شکل دیکھ اسے ہنسی نہ آتی جو ہونق بنا اسے
دیکھ رہا تھا جیسے اس نے کوئی انوکھی مخلوق دیکھ لی ہو۔

حمود کا چہرہ بھی ہنسی روکنے کی وجہ سے سرخ پڑ رہا تھا۔
”مزاق کر رہا تھا۔“

”آپ صرف بریانی اور کوک لادیں۔“

اس نے ویٹر کی جان بخشی کی۔

جب کھانے سے فارغ ہو کر

وہ دونوں پارکنگ میں آئے تو

اسود کی گاڑی کا ٹائر پنچر تھا۔

وہ ابھی اس بارے میں سوچ رہے تھے۔

کہ انھیں سائید سے بچوں

کے ہنسنے کی آواز آئی۔

اسود سمجھ گیا یہ ان کی ہی حرکت ہے۔

اس سے پہلے وہ کچھ کرتا۔ بچے اسے منہ چڑھا کر

بھاگ گئے۔

اور وہ منہ بسور کر رہ گیا۔

حمود نے اسود کو گھر چھوڑنے کی آفر دی تو

اس نے انکار کر دیا کہ اس کا گھر الگ راستے

پر ہے۔

ہے تو الگ پر ابھی مجھے کہیں اور جانا”

ہے تو میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔“ حمود نے بتایا

اچھا چلو۔“ اسود نے کہا۔”

”تم کسی لڑکی کو پسند آئے؟“

حمود نے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھا۔

اسود نے ایک سرد آہ بھری۔

”آہ۔ ابھی تک تو نہیں۔“

کوئی بندی تو آئی ہوگی تیری زندگی میں؟“ حمود نے پوچھا۔”

میری زندگی میں ابھی تک صرف ایک ہی بندی آئی۔“ اسود نے

جواب دیا۔

”کون؟“

حمود نے پوچھا۔

”پابندی۔“

وہ اپنی بات پر خود ہی ہنس دیا۔
حمود بھی اس کی بات پر مسکرا دیا۔

حمود نے نرمین کے گھر کے سامنے گاڑی روکی۔

رانیہ اور ایچی کو اندر بلانے چلا گیا۔ اندر گیا تو اسے
نرمین نظر آئی۔ نرمین نے اس کی پکار پر مڑ کر دیکھا۔
حمود کو دیکھ اس کی دھڑکنیں تیز ہوئیں۔

”السلام علیکم۔“

مینو نے سلام کیا۔

”وعلیکم السلام۔“

ایچی کہاں ہے؟ حمود نے سلام کا جواب دینے کے بعد پوچھا۔

”ایمی تو واشر و م تک گئی ہے۔“

”اور رانیہ وہاں ہے۔“

اس نے سامنے کی طرف اشارہ کیا۔

وہ وہاں چلا گیا۔

”آپ بہت اچھی لگ رہی ہیں۔“

ایک لڑکے نے رانیہ سے کہا۔

اس نے موبائل سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھا۔

”اچھا۔ میں نے آپ سے پوچھا تھا کیا؟“

اس نے آبرو اچکائے۔

”نہیں۔ لیکن خوبصورتی کی تعریف کرنا تو بنتا ہے نہ۔“

”اوہ۔۔۔۔۔۔ ایسا کیا۔“

خوبصورتی تو یہاں ہر جگہ ہے۔ وہاں وہ آنٹی اتنی خوبصورت ہیں۔ ان”
کی تعریف نہیں کریں گے۔“ رانی نے پوچھا۔
وہ میری عمر کی نہیں۔“ لڑکے نے جواب دیا۔
”آپ مجھ سے بھی تو بڑے ہیں۔“
پھر میں بھی تو آپ کی عمر کی نہ ہوئی۔“ رانیہ نے اس کے علم میں
اضافہ کیا۔

اب اتنا بھی فرق نہیں ہے۔ ویسے میں ایک اچھے دوست کی تلاش”
میں ہوں۔“ وہ بھی ڈھیٹ تھا شاہد۔
اچھا میں بھی۔“ سامنے بھی رانی تھی۔
وہ اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی شروع ہو گئی۔
ویسے بھی سچے دوست ملنا بہت مشکل ہے۔“
”کوئی ملے تو مجھے بھی بتائیے گا۔“

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گئی۔

حمود جو اسے بلانے آیا تھا۔

اس کی باتیں سن وہیں رک گیا تھا۔

اب اپنی ہنسی روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔

وہ تو اس کی چلتی زبان دیکھ حیران تھا۔

ایمی واپس آئی تو وہ دونوں بھی وہیں تھے۔

ارے بھائی آپ کب آئے؟“ ایمی نے پوچھا

”بس ابھی ابھی۔“

”نرمین یہ آپ کیلئے۔“

سا لگرہ بہت مبارک ہو۔“ حمود ایمی کو جواب دے کر مینو سے

مخاطب ہوا۔

اس نے اسے ایک باکس دیا تھا۔

حمود کی بات پر اس کے چہرے پر جورنگ آئے
تھے وہ رانی کی نظروں سے مخفی نہ رہے تھے۔

”اس کی کیا ضرورت تھی؟“

مینو کی بات پر رانی اس کے کان میں گھسی تھی۔

”ارے لے لو کہیں کنجوس واپس ہی نہ لے لے“

اس کی بات پر پاس کھڑی ایبی اور مینو نے مسکراہٹ چپھائی تھی۔
حمود صرف اسے گھور کر رہ گیا۔

رانی نے اسے خود کو گھورتا پا کر نظروں کا زاویہ بدل لیا۔
”کھڑوس کہیں گا۔“

وہ اس کو دل میں ہی لقب دے چکی تھی۔

مجھے کچھ سمجھ نہیں آیا تو یہی لے آیا۔“ حمود نے بتایا۔“

”یہ بہت خاص ہے میرے لیے۔“

حمود کی بات پر وہ بولی۔

”ہاں خاص تو ہو گا۔“

رانی کی زبان میں پھر کجھلی ہوئی تھی۔

حمود نے اسکی بات پر گھورا۔

”ارے آپ کو تو دوست کے ساتھ ڈنر پر جانا تھا نا۔“

رانی نے حمود کو مخاطب کیا

”جی۔“

”تو پھر وہاں کھانا نہیں کھایا۔“

”اگر نہیں کھایا تو یہاں کھالیں۔“

”یا پھر مجھے ہی گھور کر نظروں سے نکلنے کا ارادہ ہے۔“

اس کی چلتی زبان پھر شروع ہو چکی تھی۔

اور حمود تو اس کی زبان کے جوہر دیکھ حیران تھا۔
اس نے ایسی کو چلنے کو کہا۔
پھر اس سے مخاطب ہوا۔
”مس چلتی زبان اگر آپ کی باتیں ختم ہو گئی ہوں تو چلیں۔“
اس کے طرز مخاطب پر وہ
جو مینو سے باتوں میں مصروف تھی
پہلے تو حیران ہوئی۔
پھر اس کی آنکھیں چمکیں۔
”جی مسٹر اکڑو چلیں۔“
اور حمود کا منہ اس کے جواب پر کھلے کا کھلا رہ گیا۔

مینو انھیں باہر تک چھوڑنے آئی۔
حمود تو اسود کو دیکھ کر اس کے پاس آگیا تھا۔
اسود کو دیکھ کر اس نے کال بند کی۔
”تم ابھی تک گھر نہیں گئے؟“
اسود کا گھر مینو کے گھر کے سامنے ہی تھا۔
”میں کال سننے لگ گیا تھا۔“
حمود سے باتیں کرتے ہوئے اس کی نظر مینو پر پڑی۔
جو تھوڑی دور کھڑی رانی اور ایسی سے مل رہی تھی۔
وہ اس وقت وائٹ گاؤن میں ملبوس تھی۔
وہ اسے دیکھ رہا تھا۔

جب حمود نے اس کے آگے چٹکی بجائی تو وہ ہوش میں آیا۔
”کہاں کھو گئے؟“
”کہیں نہیں۔“

تب تک ایبی اور رانی بھی ان کے پاس آگئی تھیں۔
اسود اس سے مل کر اندر چلا گیا۔
وہ لوگ بھی گھر کیلئے روانہ ہو گئے۔

حمود نے گاڑی رانی کے گھر سامنے روکی۔
رانی خوابِ خرگوش کے مزے لوٹ رہی تھی۔
ایبی نے اسے اٹھایا
تو وہ نیند میں ہی جھولتے ہوئے اندر بڑھ گئی۔
وہ دونوں بھی گھر چلے گئے۔

صبح کا وقت تھا۔

اور وہ سب لوگ ناشتہ کرنے میں مصروف تھے۔

جب مریم ہانپتے ہوئے آئی۔

اور ناشتہ کرنے لگ گئی۔

”ارے مجھے کسی نے اٹھایا کیوں نہیں؟“

تمہیں اٹھایا تو تھا۔“

”پر تم تو مردوں سے شرط لگا کر سوتی ہو۔“

سب نے دانش کی بات پر مسکراہٹ دبائی۔

سب جانتے تھے

کہ اب ان کے بیچ جنگ شروع ہونے والی ہے۔

ہاں خود تو جیسے سورج سے شرط لگاتے ہیں۔“

کہ سورج چاچو میں تو آپ کے ساتھ ہی طلوع ہوں گا۔
میں جا رہی ہوں مجھے دیر ہو رہی ہے۔
”اللہ حافظ۔

”اچھا ہم بھی چلتے ہیں۔“
عارف عاطف اور آصف بھی آفس کیلئے نکل گئے۔
شہزین اور انابر تن سمیٹنے لگ گئی۔
وقار اور ضیاع صاحب بھی یونی کیلئے نکل گئے۔
ایمان، دانش، ولید اور سعد بھی یونی کیلئے نکل گئے۔
مانو تو پہلے ہی مریم کے ساتھ جا چکی تھی۔
خواتین اپنے کاموں میں لگ گئی۔
یہ تھابی جان کا گھرانہ

جو ایک ہی گھر میں ہنسی خوشی رہتے تھے۔

رانیہ یونی کے باہر کھڑی ڈرائیور کا انتظار کر رہی تھی۔
جب اس کا فون بجا۔

ڈرائیور نے اسے بتایا کہ گاڑی خراب ہو گئی ہے۔
وہ کیب لے کر آجائے۔

”اس وقت کیب کہاں سے لوں۔“

رانیہ نے منہ بسورا۔

دوپہر کا وقت اوپر سے اتنی تیز دھوپ۔

کوئی رکشایا ٹیکسی بھی نہیں ہے۔

”اب گھر چل کر جانا پڑے گا۔“

ابھی رانیہ یہی سوچ رہی تھی۔

جب اسے آواز آئی۔

”بیٹا اللہ کے نام پر کچھ دے دو۔“
اس نے مڑ کر دیکھا ایک مانگنے والی کی آواز تھی۔
ارے آنٹی اگر آپ کے پاس کچھ ہے۔“
تو مجھے بھی دے دیں۔

”میں بڑی غریب چل رہی ہوں آج کل۔
رانیہ نے ان کے کٹورے کو دیکتھے ہوئے کہا۔
اور اس آنٹی نے اپنے کٹورے پر ہاتھ رکھ لیا۔
مبادہ وہ سچ میں ہی نہ لے لے۔“

”رانیہ۔“

حمود نے اسے آواز دی۔
وہ ڈرائیور کے کہنے پر اسے لینے آیا تھا۔

”آپ یہاں؟“

رانیہ نے اسے دیکھ کر پوچھا۔

”لینے آیا ہوں تمہیں۔ چلو“

حمود کی بات سن کر بھی

جب رانیہ گاڑی میں نہ بیٹھی۔

تو حمود نے پوچھا۔

”کیا ہوا؟“

”مجھے نہیں جانا آپ کی گاڑی میں۔“

رانیہ نے ناک منہ چڑھایا۔

کیوں نہیں جانا۔“

”کیا میری گاڑی میں کانٹے لگے ہیں؟“

حمود نے آبرو اچکائے۔

”گاڑی میں نہیں آپ میں لگے ہیں۔“

رانیہ نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

”تو پھر اسی دھوپ میں کھڑی رہیں۔“

”میں جاد رہا ہوں۔“

حمود وہاں سے جانے لگا۔

جب رانیہ کی آواز پر اس کے قدم تمٹھے۔

ارے ایسے کیسے جارہے ہیں۔“

بندہ دوبارہ ہی بول دیتا ہے۔

”اب ایک ہی دفعہ بولنے پر تو نہیں نہ بیٹھ سکتی۔

اور وہ دروازہ کھول کر بیٹھ گئی۔

حمود اس کی حرکت پر ہکا بکارہ گیا۔

کتنے حق سے وہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی تھی۔

وہ بھی گاڑی میں آکر بیٹھا۔
ویسے میں نے دوسری بار تو ”
”اب بھی نہیں کہا بیٹھنے کیلئے۔
حمود نے اس کی بات پر چوٹ کی۔
”ارے کوئی بات نہیں میں سمجھ گئی۔“
رانیہ نے سیٹ بیلٹ باندھتے ہوئے کہا۔
جو اس سے بندھ ہی نہیں رہی تھی۔
حمود نے تاسف سے اس دیکھا۔
اور اس کی طرف جکھا۔
”ویسے صرف زبان چلانا ہی آتی ہے آپ کو شاہد؟“
اس کی سیٹ بیلٹ باندھتے ہوئے وہ بولا۔
”جی الحمد للہ۔“

اس نے ڈھیٹائی کے ریکارڈ توڑتے ہوئے دانت نکالے۔

اس کے جواب پر حمود کھول کر رہ گیا۔ اسود لان میں بیٹھا کافی پی رہا تھا۔ جب بل بجنے پر دروازہ کھولنے گیا۔ سامنے مینو ہاتھ میں بریانی کی پلیٹ لیے کھڑی تھی۔ وہ اسے دیکھ حیران ہوئی۔ تھی۔ دو دن پہلے تک تو یہاں کوئی لڑکا نہیں تھا۔ وہ اکثر اس گھر میں آتی تھی۔ انکل آنٹی سے اچھی خاصی بات چیت تھی۔ وہ اکیلی رہتی تھی۔ تو انکل آنٹی سے ملنے اکثر آتی تھی۔

”آپ کون“

وہ اس کے گھر آکر اسی سے پوچھ رہی تھی۔ اسود نے اس کی بات پر اپنی مسکراہٹ چھائی۔

”میں“

اس سے پہلے وہ اپنی بات مکمل کرتا۔ وہ اس کی بات کاٹ چکی تھی۔ آنٹی
گھر پر ہیں۔ مینو نے پوچھا
”جی“

اسود نے جواب دیا۔

”پھر راستہ دیں نہ۔“

اسود اس کی بات پر حیران ہوا تھا۔ وہ اس کے گھر میں کھڑے ہو کر اسے
ہی حکم سنارہی تھی۔ وہ آگے سے ہٹا تو وہ اندر چلی گئی۔

”ارے بیٹا آؤ۔“

”السلام علیکم۔“

مینو نے سلام کیا۔

”وعلیکم السلام۔“

مسز کمال نے جواب دیا۔ مسٹر کمال نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

،، کیسی ہو؟ ”

مسٹر کمال نے پوچھا۔

،، میں ٹھیک۔ ”

مینو نے جواب دیا۔ اسود بھی اندر آ گیا۔

،، ارے بیٹا اسود یہ مینو ہے۔ ”

،، ہم۔

اسود اپنے ڈیڈ کے ساتھ ہی بیٹھ گیا تھا۔ ”

کتنا کھڑوس ہے سلام بھی نہیں کیا۔ مینو نے دل میں سوچا۔

،، اچھا آنٹی میں چلتی ہوں۔ ”

،، بیٹا بیٹھو تو۔ ”

آنٹی نے مینو کی بات سن کر کہا۔

،، میں چلتی ہوں دیر ہو رہی ہے۔ ”

رانیہ کہہ کر چلی گئی۔

”ہر وقت جلدی میں رہتی ہے۔“

آنٹی نے اس کی جلد بازی پر چوٹ کی۔

آج رانی ایبی کے گھر آئی تھی۔

ایبی کے کمرے میں جاتے ہوئے اس کا سر کسی چیز سے ٹکرایا۔

”دیکھ کر نہیں چل سکتے کیا آنکھیں ہیں یا بٹن۔“

جب اس نے بولتے اوپر دیکھا۔ تو سامنے ہی حمود اسے گھور رہا تھا۔

”ارے حمی بھیا آپ۔“

”کتنی دفعہ کہا ہے مجھے اس نام سے مت بلایا کریں۔“

اس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ حمود کو اس نام سے سخت چڑھتی تھی۔ اور

رانی اتنا ہی اسے اس نام سے بلاتی تھی۔

”ایمی کہاں ہے؟“

رانیہ نے اس کی بات کو کسی خاطر میں لائے بغیر پوچھا۔

وہ اس کی ڈھٹائی پر کھول کر رہ گیا۔

”اپنے روم میں۔“

حمود اس کی بات کا جواب دے کر چلا گیا۔

ارے یار یہ تمہارے بھائی ہر وقت مرچیں کیوں چباتے رہتے؟

”ہیں؟“

رانیہ نے ایمی سے پوچھا۔

”اب کیا کر دیا بھائی نے؟“

”خیر چھوڑو بتاؤ کیا کر رہی ہو؟“

”کچھ نہیں آج پھپھو کے گھر جانے کیلئے کپڑے نکال رہی تھی۔“

”ہاں وہاں جانے کیلئے تو خاص تیاری کرو گی نہ۔“

رانی نے اسے چھیڑا۔ ایبی نے آنکھیں دکھائی۔

”یہ کیسا لگے گا؟“

ایبی نے ایک فراک اسے دکھایا۔

”اچھا ہے۔“

رانی نے جواب دیا۔

”پر یہ زیادہ اچھا ہے۔“

اس نے ایک اور نج کلر کا فراک نکالا۔

”نہیں یہ بہت زیادہ۔“

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی رانی بولی۔

”بس تم یہی پہنو گی۔“

”اچھا جی ٹھیک ہے۔“

ایبی نے جواب دیا۔

”میں بھی چلتی ہوں۔“

رانی چلی گئی۔

میں آکھوں تو آجائے۔“

میں بیٹھ لکھوں تو آ بیٹھے۔

ابھی ع لکھوں تو سوچ مجھے۔

پھر ش لکھوں تیری نینداڑے۔

جب ق لکھوں تجھے کچھ کچھ ہو۔

میں عشق لکھوں تجھے ہو جائے۔

”رانی گانا گاتی ہوئی جارہی تھی۔

جب پھر سے وہ حمود سے ٹکڑائی۔

”اففففف-----“

”رانیہ آپ کیا اپنی آنکھیں کرائے پردے کر آئیں ہیں؟“
 ”سوری سوری۔“

وہ اس کی طرف دیکھ کر پیچھے کی طرف جا رہی تھی۔
 جب سیڑھیوں کی گرل سے ٹکرائی۔
 ”آہ۔۔۔۔۔“

وہ چینخی تھی اور حمود کی ہنسی چھوٹ گئی۔ وہ وہاں سے چلا گیا۔
 ”یہ کھڑوس ہنستا بھی ہے۔“

رانی اپنی فیملی کے ساتھ پھپھو کے گھر پہنچی۔ تو سب پہلے سے موجود
 تھے۔

”بہت لیٹ آئے ہو تم لوگ۔“
 پھپھو نے شکوہ کیا۔

”ارے بس آپ کی لاڈلی نے دیر کروادی۔“
مسز داتم نے رانیہ کی طرف اشارہ کیا۔
”ارے لڑکی ہوں تیار ہونے میں ٹائم تو لگے گا نہ۔“
اس کی بات پر سب مسکرا دیے۔

”السلام علیکم۔“

عارف نے شبی کو سلام کیا۔ وہ جو کچن میں سلااد بنانے میں مصروف تھی۔ اس کی آواز پر مڑی۔

”وعلیکم السلام عارف بھائی۔“

ایک اس لڑکی کے بھائی لفظ سے عارف کو اچھی خاصی چڑھ گئی۔ اور وہ اتنا ہی بھائی بھائی کرتی تھی۔

”کیسی ہو؟“

عارف کے پوچھنے پر اس سے پہلے شبی کوئی جواب دیتی رانی وہاں نجانے کہاں سے آن دھمکی تھی۔

”میں ٹھیک آپ سنائیں۔“

اسکے جواب پر عارف مسکرایا تھا۔

”رانی بچے آپ تو باہر نہیں تھیں۔“

”کیوں میں نے آپ کو ڈسٹرب کر دیا کیا؟“

رانی نے ابرو اچکائے۔

اس کی آنکھوں میں باتیں باتوں میں جادو

جادو میں کھو گئے ہم ہو کے بے قابو

”دس بہانے کر کے لے گئے دل۔۔۔۔۔“

وہ گانا گاتے ہوئے ان دونوں کو شیر نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ شبی تو ہونقوں کی طرح منہ کھولے اسے دیکھ رہی تھی۔ جب کے عارف اسے دیکھ کے مسکراتے ہوئے وہاں سے چلا گیا۔

”ارے بہن منہ تو بند کر۔“

رانی نے اسکا منہ بند کیا۔

یہ کیا تھا؟“ شبی نے ہوش میں آتے ہی اس سے سوال کیا۔“
”کچھ نہیں۔“

وہ دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔

شبی پھر سے اپنے کام میں مصروف ہو گئی عارف سب کزنز میں بڑا تھا اس لیے عاطف اور شبی کے علاوہ سب کو بچے ہی کہتا تھا۔

عاطف تو اس سے ایک سال ہی چھوٹا تھا اسلئے اسے بچے نہیں کہتا تھا۔ اور
شبّی کو وہ کیوں نہیں کہتا تھا وہ آپ خود سمجھ جائیں۔ سمجھ گئے تو کمنٹ میں
😊😊 آکر بتادیں۔

ایمی باہر لان سے پودینہ لینے آئی تھی جب عاطف اندر آیا۔
وہ ابھی آفس سے گھر آیا تھا۔ ایمی کو دیکھ اس کے پاس آیا اور سلام
کیا۔ ایمی اس کی آواز سن کر پیچھے مڑی۔
اور اس سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔
”و۔ وعلیکم السلام۔“

اس نے لڑکھڑاتی آواز میں جواب دیا۔

”کیسی ہو؟“

”ٹھیک۔“

عاطف کے پوچھنے پر ایملی نے جواب دیا۔

”کیا ہو رہا ہے؟“

”پو دینہ توڑا جا رہا ہے عاطف بھائی۔“

ایملی کے جواب دینے سے پہلے ہی رانی نے جواب دیا۔ ایملی نے اس کے

”آنے پر شکر کیا۔ عاطف اس کی بات پر مسکرایا تھا۔

کیسی ہو؟“

عاطف نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

”میں بھلی چنگی۔ آپ سنائیں۔“

”میں بھی ٹھیک۔“

عاطف اس کو جواب دے کر اندر بڑھ گیا۔

پہلا پہلا پیار ہے پہلی بار ہے۔“

پہلا پہلا پیار ہے پہلی بار ہے۔

جان کے بھی انجانا

”کیسا میرا یار ہے

وہ ایسی کودیکھ کر گارہی تھی۔ جب ایسی اس کے پیچھے بھاگی تھی۔ وہ ہنستے ہوئے آگے بھاگ رہی تھی جب پھر سے حمود سے ٹکرائی تھی۔ اور اس کے پیچھے ہی چھپ گئی تھی۔ دل کی حالت اس کے چھونے پر الگ عجیب ہو رہی تھی۔ وہ اس کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر کھڑی تھی۔

وہ لوگ اس وقت لاؤنج میں تھے جہاں سب موجود تھے۔

اس کے حمی کہنے پر سب نے اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔ سب جانتے تھے اس نام سے حمود کو کتنی چڑ تھی۔

”رانہ چھوڑیں کیا کر رہی ہیں؟“

حمود نے خود کو اس سے چھڑایا اور وہاں سے چلا گیا۔

”اکڑو۔“

اس کے اکڑو کہنے پر سب مسکرائے تھے۔

حمود ٹیس پر کھڑا تھا۔

آخر میرے ساتھ یہ ہو کیا رہا ہے۔ کیوں میں نیہ کے بارے میں اتنا ”
سوچ رہا ہوں۔ یہ میں کیا بول رہا ہوں۔ اس کا نام رانیہ ہے اور میں نیہ
”آہ۔۔۔۔۔“

اس نے سر د آہ بھری۔

”حمی بھیا۔۔۔۔۔“

اسے رانی کی آواز نے سوچوں کی دنیا سے باہر لایا۔ اس نے مڑ کر
دیکھا۔ وہ پشت پر ہاتھ باندھے کھڑی تھی۔

”جی فرمائیے۔“

وہ اس کے پاس آکھڑا ہوا۔ اس کے معصوم چہرے میں وہ کھو گیا تھا۔ اس کے دیکھنے کے انداز پر وہ کنفیوز ہو رہی تھی اور پھر اس کا طرزِ مخاطب

”حمود بھائی وہ م۔۔ میں۔“

رانیہ کی زبان لڑکھرائی تھی۔

”آپ کیا۔۔“

حمود اس کی حالت سے محظوظ ہوا تھا شاہد۔

”آپ کو کھانے کیلئے بلانے آئی تھی۔“

یہ کہہ کر وہ وہاں سے بھاگ گئی تھی۔

”یہ بھائی کو کیا ہوا آج۔“

رانیہ نے سوچا۔

حمود بھی نیچے آگیا۔ کھانے کے بعد چائے کا دور چلا۔

حمود نے ابھی بھی رانیہ کو نظروں کے حصار میں رکھا ہوا تھا۔ اور رانیہ کی زبان پہلی بار تالو سے چپکی تھی۔

حمود کو اسے تنگ کرنے میں مزہ آرہا تھا۔

صبح حمود نے رائمہ کو کال کی تھی۔ وہ اس سے ان کی شادی کے بارے میں بات کرنا چاہتا تھا۔ رائمہ نے کال اٹھائی۔

اور یہ کہہ کر بند کر دی کہ وہ ہو سپٹل میں ہے۔ حمود اس کے جھوٹ پر حیران ہوا تھا۔ اس کی لوکیشن شاپنگ مال کا بتا رہی تھی وہ اسی شاپنگ مال میں گیا تھا۔ وہاں اسے ایک لڑکی پر رائمہ کا گمان ہوا تھا۔ پر وہ کسی لڑکے کے ساتھ تھی۔ اس نے اپنا وہم سمجھ کر ٹال دیا۔ حیرت تو اسے تب ہوئی۔ جب اس کے مڑنے پر اس نے چہرہ دیکھا۔ وہ اس کے قریب گیا۔ اس کی باتیں سن اسے ایک مزید جھٹکا لگا۔

”یار تم کب مجھ سے شادی کرو گی؟“

اس لڑکے نے پوچھا۔

بس کچھ دن صبر کرو آنا تو میں نے تمہارے پاس ہی ہے۔“

”اس حمود سے کچھ اور دولت ہڑپ لوں۔

رائمہ نے جواب دیا۔ پھر وہ دونوں وہاں سے چل دیئے۔

حمود سمندر پر آیا تھا۔ رائمہ نے اسے دھوکہ دیا تھا۔

چاہے اس کے ساتھ اس کی کوئی دلی وابستگی نہیں تھی۔

وہ لوگ اتنا عرصہ ساتھ رہے تھے۔ ان کی انڈر سٹینڈنگ اچھی

تھی۔ اب اس نے سوچ لیا تھا اب وہ مزید اس کے ساتھ کوئی تعلق

نہیں رکھے گا۔

رانیہ کمرے میں ناول لے کر بیٹھی تھی۔ جب اس کو مسز داتم کی آواز آئی۔ وہ کچن میں آئی۔
”کیا ہوا۔۔۔۔۔؟“

اس سے پہلے وہ بات مکمل کرتی سامنے کا منظر دیکھ اس کے طوطے اڑے تھے۔ اسے یاد آیا تھا کہ امی نے اسے کچھ دیر پہلے ہی چولہے پر رکھے دودھ کا خیال رکھنے کو کہا تھا۔ اور اس نے اچھا کہہ کر پھر سے ناول میں سرگھسالیا تھا۔ اب دودھ ادھر ابل کر آدھا زمین پر تھا۔ اب منظر کچھ یوں تھا۔ کہ امی کے ہاتھ میں چیل تھی۔ اور رانی آگے اور امی اس کے پیچھے۔

”رانی تجھے نہ آج میں چھوڑوں گی نہیں۔“

اور رانی بھاگتے ہوئے سامنے سے آنے والے حمود کے پیچھے

چپھی تھی۔ حمود جو آصف کے ساتھ آیا تھا۔ رانی کی حرکت پر اس کے دل نے ایک بیٹ مس کی تھی۔ اور وہ اسے دونوں بازؤں سے تھام کر کھڑی تھی۔

”کیا ہوا ممانی کیوں آپ اس معصوم پر ظلم کر رہی ہیں؟“
 ”ارے کائے کی معصوم۔ سارا دودھ گرا دیا اس نے۔“

آصف کے پوچھنے پر مسز دائم نے جواب دیا۔
 ”ارے امی اب اگر دودھ کو ہی مجھ سے اتنی محبت ہے کہ وہ مجھے“
 ”ڈھونڈتے ہوئے باہر آگیا تو اس میں میرا کیا قصور؟“

وہ کہہ کر وہاں سے بھاگ گئی۔ حمود اور آصف نے اس کی بات پر اپنی مسکراہٹ دبائی۔

”سدھرے گی نہیں یہ لڑکی۔“
 مسز دائم کھول کر رہ گئی۔

”نہیں۔“

رانیہ نے کچن سے ہانک لگائی۔ آصف کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ حمود اور مسز داتم بھی مسکرا دیئے۔

ارے ممانی کیوں آپ اسے ڈانٹی ہیں یہی تو دن ہیں اس کے لائف ”
”انجوائے کرنے کے۔“

”جانتی ہوں پر کبھی کبھار بہت تنگ کرتی ہے۔“

حمود کو جانے کیوں آصف کا رانیہ کی طرف داری کرنا اچھا نہیں لگا۔ تھوڑی دیر بعد رانیہ چائے لائی۔ وہ حمود کے سامنے ٹرے کرنے ہی لگی تھی۔ کہ حمود بولا۔

”میں چائے۔۔۔۔۔“

”کالا پانی ہی ہے۔ جانتی ہوں آپ چائے نہیں پیتے۔“

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی رانی بول پڑی۔ حمود نے بھی مسکراتے ہوئے کافی کاکپ تھام لیا۔ اس کے مسکرا نے پر رانیہ دل میں بولی۔

”اکڑو بڑا مسکرا نے لگا ہے آج کل۔ لگتا ہے کسی لڑکی کا چکر ہے۔“

اس کی دل میں بولی ہوئی بات حمود سن چکا تھا۔

کیوں کہ رانیہ صاحبہ ایک بار پھر اونچا بول چکی تھیں۔

”آپ کو بڑا پتا ہے کہ میں کب کب مسکراتا ہوں؟“

حمود کی بات پر وہ ہوش میں آئی تھی۔

”آپ نے سن لیا؟“

”جی۔“

حمود نے اس کی بات پر جواب دیا۔ اور وہ وہاں سے بھاگ گئی۔ حمود بھی

مسکرا دیا۔

”ویسے رانیہ بہت بے وقوف ہیں نہ۔“

حمود نے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے کہا۔

”وہ بس معصوم ہے۔“

”اچھا تم بڑی طرفداری کر رہے ہو ان کی۔“

آصف کے کہنے پر حمود نے چڑ کر جواب دیا۔

”تم کیوں اتنا چڑتے ہو اس سے؟“

آصف نے پوچھا۔

”پتہ نہیں۔“

حمود نے جواب دے کر اپنی توجہ ڈرائیونگ کی طرف مبذول کر لی۔

”حمود۔“

اسے لگا سے کوئی بلارہا ہے۔ مڑ کر دیکھا تو رانیہ تھی۔

”نیہ۔“

اس نے رانی کو پکارا۔

جی میں۔ ویسے اچھا نک نیم ہے۔ ویسے آپ ابھی مجھے سوچ رہے ہیں

”تھے۔“

رانی اس کی بات پر بولی۔

”ہاں۔۔ نہیں تو۔“

”جھوٹ۔“

حمود کی بات پر رانیہ بولی۔

ایک بات پوچھوں۔“ حمود نے رانیہ سے اجازت چاہی۔“

”ہممم۔“

رانیہ نے جواب دیا۔

”آصف کو آپ بھائی کیوں نہیں کہتیں؟“

حمود کے پوچھنے پر رانیہ اس کے قریب جھکی۔

”کیونکہ وہ میری محبت ہے۔“

اور وہاں سے چلی گئی۔ حمود نے اس کی بات پر زور کی چیخ ماری۔ اور اٹھ

♥♥ کر بیٹھ گیا۔ مطلب میں خواب دیکھ رہا تھا۔

حمود نے اٹھ کر سب سے پہلے پانی پیا۔ اور پھر سوچنے لگا۔

کیا ہو رہا ہے میرے ساتھ جس کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہوں وہ ”

دھوکہ دے کر چلی گئی۔ اور جس سے شادی کرنے کے بارے میں سوچا

نہیں تھا۔ اس کو دیکھ کر دل نے بغاوت شروع کر دی۔ کیا میں رانیہ کو

پسند کرنے لگا ہوں۔ لیکن ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ میں نے ہمیشہ میچور

”لڑکی سے ہی شادی کرنے کا سوچا تھا۔ کیا کروں میں۔؟“

ابھی وہ یہ سب کچھ ہی سوچ رہا تھا۔ جب فجر کی اذان کی آواز آئی۔ وہ اٹھا اور وضو کر کے مسجد چلا گیا۔

صبح نو بجے کا وقت تھا۔ مسز حیدر ناشتہ لگوار ہی تھیں۔

”السلام علیکم خالہ جان۔“

”وعلیکم السلام“

”کیسی ہو؟“

”میں ٹھیک۔ آپ سنائیں۔“

”میں بھی ٹھیک۔“

”تم بہت اچھے ٹائم پر آئی ہو۔ آؤ ناشتہ کرو۔“

خالہ جان میں تو ابھی کو لینے آئی تھیمینو کے گھر جانے کیلئے۔ اس نے ”بلا یا ہے۔“

رانی نے بتایا۔

”خیریت اس کے گھرا تنی صبح۔“

”پتہ نہیں۔“

خالہ کے پوچھنے پر رانی نے جواب دیا۔

”کہہ رہی تھی گھر آؤ گی تو بتاؤں گی۔“

اچھا ایسی سو رہی ہے۔ اسے اٹھا دو اور حمود کو بھی۔ پھر اسی کے ساتھ ”

”چلی جانا۔“

”خالہ نے مزید کہا۔“

اچھا ٹھیک ہے۔“

کہہ کر رانی ایسی کو اٹھانے چلی گئی۔

اس نے ایسی کے کمرے کا دروازہ کھولا۔ وہ مزے سے سو رہی تھی۔

”ایمی اٹھ جا۔“

ایمی کو اس نے بیڈ کے قریب جا کر آواز دی۔ وہ نہیں اٹھی تو اس نے بیڈ پر اس کے قریب بیٹھ کر اسے آواز دی۔

ایمی نے آنکھیں کھول کر رانی کی طرف دیکھا اور حلق کے بل چینخی۔ رانی جو اس پر جھک کر اسے اٹھا رہی تھی۔

اس کے چینخنے پر رانی بھی چینخی۔ ایمی جو ابھی نیند سے اٹھی تھی۔ کمرے میں اندھیرا ہونے کے باعث اس کو خود پر جھکا دیکھ چینخی تھی۔ کچھ وہ نیند میں تھیا س لیے ڈر گئی۔

”ارے رانی تم یہاں۔ اور تم چینخی کیوں؟“

ایمی نے پوچھا۔

”میں تو اس لیے چینخی کہ تم چینخی۔“

رانی نے بتایا۔

”اور میں تمہیں دیکھ کر ڈر گئی تھی۔ ویسے تم اتنی صبح یہاں کیسے۔“

ایمی نے پوچھا۔

”میں نے بلایا ہے ہم دونوں کو۔“

”اچھا چلو میں فریش ہو جاؤں۔ پھر چلتے ہیں۔“

ایمی رانیہ کے بتانے پر فریش ہونے چلی گئی۔

رانیہ بھی حمود کے کمرے کی طرف چلی گئی۔



حمود کے کمرے کے سامنے رک کر رانی نے دروازہ ناک کیا۔

کوئی جواب نہ آیا۔ اس نے پھر دروازہ ناک کیا پر جواب نہ ارد۔

”ارے یار یہ حمی بھیا تو لگتا ہے پورا چڑیا گھر ہی بیچ کر سو رہے ہیں۔“

اس نے دروازہ کھولا۔ اندر کوئی بھی نہیں تھا۔

”بھائی کہاں ہیں؟“

ابھی وہ سوچ ہی رہی تھی کہ سامنے سے اسے حمود آتا دکھائی دیا۔

”رانیہ“

حمود نے اسے پکارا۔

”آپ پھر سے آگئیں۔“

رانیہ حمود کی بات پر حیران ہوئی۔

”میں تو ابھی آئی۔“

”اچھا پھر سے میرے خواب میں آگئیں آپ۔“

”آپ ہوش میں تو ہیں بھائی۔ میں کیوں آپ کے خواب میں آؤں گی“

رانیہ کی بات پر حمود نے اسے چھو کر دیکھا۔

”آپ سچ میں یہاں ہیں کیا؟“

”نہیں یہ تو میری روح ہے۔“

حمود کے پوچھنے پر اس نے دانت نکوستے ہوئے کہا

”آپ کیا کر رہی ہیں یہاں؟“
حمود نے ماتھا مسلتے ہوئے پوچھا۔
”آپ کو جگانے آئی ہوں۔“

رانیہ نے بتایا۔

”کیوں؟“

حمود نے پوچھا۔
”خالہ نے کہا تھا۔“

رانیہ نے بتایا۔

”آپ جائیں میں آتا ہوں“

”ٹھیک ہے۔“

رانی کہہ کر چلی گئی۔

”یہ لڑکی مجھے پاگل کر کے چھوڑے گی۔“

حمود کہہ کر فریش ہونے چلا گیا۔

حمود نیچے آیا۔ سب ناشتے کی ٹیبل پر بیٹھے اسی کا انتظار کر رہے تھے۔ حمود رانی کے عین سامنے بیٹھا۔ رانی جو ابھی سے باتوں میں مصروف تھی۔ اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا حمود اسے ہی دیکھنے میں مصروف تھا۔ رانیہ کے دیکھنے پر بھی اس نے اپنی نظریں نہ ہٹائیں۔ بلکہ ڈھیٹائی سے اسے دیکھتا رہا۔ تو رانیہ نے گبھرا کر نظریں جھکا لیں۔ حمود نے بھی اپنی توجہ ناشتے کی طرف مبذول کرا لی۔

ولیم نے پاکستان کی سرزمین پر قدم رکھا۔ اور پھر گاڑی کی طرف بڑھ۔ جہاں ڈرائیور پہلے سے اس کا منتظر تھا۔
♥♥ وہ اسود سے ملنے آیا تھا۔

وہ لوگ مینو کے گھر پہنچے۔ مینو انہی کا انتظار کر رہی تھی۔
ارے یار تم لوگوں نے کتنی دیر لگا دی ہے۔ کب سے تم لوگوں کا ”
”انتظار کر رہی ہوں یقیناً اس رانی نے ہی دیر کی ہوگی۔
مینو اسے بازو پر ہاتھ جڑتے ہوئے بولی۔

”آہ درد ہوتا ہے۔“

رانی نے بازو ملتے ہوئے کہا۔

”السلام علیکم۔“

مینو نے حمود کو دیکھ کر سلام کیا۔

”وعلیکم السلام۔“

حمود نے جواب دہا۔

”ارے ہمیں تو اتنا سنا دیا انھیں کچھ نہیں کہوگی۔“

رانیہ نے مینو سے پوچھا۔

”اندر چلیں۔“

مینو نے رانیہ کو آنکھیں دکھائیں۔

”ویسے بلایا کیوں تھا؟“

رانی نے مینو سے پوچھا۔

”ارے مجھے لڑکے والے دیکھنے آرہے ہیں۔“

”اوہ۔۔۔۔۔۔“

مینو کے بتانے پر رانیہ نے کہا۔ یہ سن کر حمود بھی وہیں رک گیا کہ اگر کوئی مرد ہوا تو اس کا ہونا ضروری ہے۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

رشتے والی لڑکے کے ساتھ آئی۔

”مینو یہ ہے لڑکا۔“

رشتے والی نے بتایا۔

مجھے لگا لڑکے کا باپ ہے۔”

رانیہ نے اس بڑی عمر کے لڑکے کو دیکھ کر جواب دیا۔ اور سب نے اس کی بات پر مسکراہٹ دہائی۔

،،بیٹھیں نہ گھر چاہے آپ کا نہیں ہے لیکن کوئی نہیں بیٹھ جائیں۔”

رانیہ نے لڑکے اور رشتے والی کو کہا۔

،،آپ لوگ بیٹھیں میں چائے لاتی ہوں۔”

رانی ان کو بول کر کچن میں چلی گئی۔

تھوڑی دیر بعد رانی نے چائے ان کو دی۔ لڑکے نے پہلا گھونٹ ہی لیا اور اسے لگا کہ کسی نے نمک کا ڈبہ اس کے منہ میں ڈال دیا۔ وہ جو کھانا سنا شروع ہوا تو کتنی دیر تک کھانا ستارہا۔

”کیا ہوا بیٹا؟“

رشتے والی نے لڑکے سے پوچھا۔

رانیہ کا ہنسی روکنے کے چکر میں چہرہ لال ہوا تھا۔ باقی سب بھی
صورتحال سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

”اس میں نمک ہے۔“

لڑکا آخر کھانستے ہوئے بولا

”نمک۔“

وہ سب یک زبان بولے۔

رانی کی شکل پر بھی حیرانی رقم تھی۔

”لگتا ہے میں نے چینی کی جگہ نمک ڈال دیا ہے۔“

رانیہ نے چہرے پر معصومیت سجاتے ہوئے بولا۔ آنٹی نے گبھراتے
ہوئے پانی کا گلاس منہ سے لگایا۔ کیونکہ لڑکا خونخوار نظروں سے انھیں

گھور رہا تھا۔ ابھی پانی کا ایک ہی گھونٹ بھرا تھا کہ وہ اچھل کر فوارے کی طرح باہر آگیا۔ اس بار رانی نے اپنی ہنسی چپھانے کیلئے منہ نیچے کر لیا۔

”ارے اس میں نمک کیسے آگیا۔“

رشتے والی نے پوچھا۔

”لگتا ہے میں فلٹر کے پانی کی جگہ سمندری پانی لے آئی ہوں“

۔ رانی نے معصومیت سے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے کہا

اس دفعہ مینو اور ایبی نے بھی ہنسی چپھانے کیلئے منہ نیچے کر لیا۔ حمود نے

بھی ہنسی چپانے کی خاطر چہرہ

دوسری طرف کر لیا۔

”مجھے یہاں رشتہ نہیں کرنا۔“

اس سے پہلے وہ اپنی بات مکمل کرتا رانی بول پڑی۔

”ارے جاؤ ہم کونسا مرے جا رہے ہیں۔“

رانی لڑاکا عورتوں کی طرح بولی۔

وہ لوگ چلے گئے اور پیچھے ان سب کے چھت پھاڑ قہقہے گونجے۔

”بھاگ گئے نہ۔۔“

”اف تم کیا چیز ہو رانی“

۔ ایسی رانی کی بات سن کر بولی۔

”مجھے پتہ چل جائے پھر تمہیں بھی بتا دوں گی۔“

اس نے ناک سے مکھی اڑائی۔ باقی سب اس کی حرکت پر مسکرا دیئے۔

”بھائی مجھے کچھ چیزیں لینی ہیں۔ پلیز آپ تھوڑی دیر گاڑی روکیں۔“

حمود نے ایسی کے کہنے پر گاڑی روک دی۔

”ارے بیٹا اللہ کے نام پر دے دے۔۔“

ایک مانگنے والی نے گاڑی کا شیشہ بجایا۔

”ارے آپ پھر آگئیں۔“

وہ مانگنے والی اس دن والی ہی تھی۔

میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں تو بڑی غریب ہوں۔“

”اور یہ تو ہیں ہی کنجوس۔“

رانی نے کہا۔ خود کو کنجوس کہے جانے پر حمود کو تو گویا۔ صدمہ ہی ہو گیا

تھا۔ اس صدمے سے اسے آنٹی کی آواز نے باہر نکالا۔

”بیٹا تم دونوں کی جوڑی اللہ سلامت رکھے۔“

ان کی یہ بات سن کر رانی صدمے میں چلی گئی۔

”ادے آنٹی یہ لیں یہ رکھ لیں۔ آئندہ ایسی دعامت دیجیئے گا۔“

رانی نے جتنے۔ نوٹ ہاتھ آئے انھیں دیتے ہوئے کہا۔ وہ الگ بات تھی

اس نے نوٹ حمود کی جیب سے نکالے تھے۔

یہ بھی ٹھیک ہے بھئی پہلے ”

: ٹکڑ مار لو پھر پوچھو

“ Miss are you ok ”

وہ اس کی نقل اتارتے ہوئے بولی۔ یہ کہہ کر وہ وہاں سے چل دی۔ ولیم بھی اسود کے آفس کی طرف بڑھ گیا۔

سر یہ آپ کی کافی۔ آٹم سوری میں لیٹ ہو گئی۔ میں لے کر آرہی تھی ”
 کافی پھر میری ایک کبھی سے ٹکڑ ہو گئی اور کافی گر گئی اب آپ ہی بتائیں
 “اس میں میری کیا غلطی۔

وہ نان سٹاپ بولے جارہی تھی۔ ولیم تو ہونقوں کی طرع اس کو دیکھے جا
 رہا تھا۔ اسود ولیم کی شکل دیکھ اپنی ہنسی روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔
 “سریہی تو تھا وہ کبھا۔ ”

حبہ کی نظر ولیم پر پڑی تو بولی۔

یہ ہمارے وہی لندن والے کلائنٹ ہیں۔ جن کے بارے میں آپ کو ”
“بتایا تھا۔

اسود نے اپنی ہنسی روکتے ہوئے کہا۔ جبکہ ولیم خود کو پھر سے کنبھا کہے
جانے پر برامان گیا۔ وہ لندن میں جب اسود کے ساتھ رہتا تھا۔ تو اسود
باقی سب سے اربو بولتا تھا۔ کیونکہ وہ سب پاکستانی تھے ماسوائے ولیم
کے۔ تو ولیم کو کچھ حد تک اربو بولنی آچکی تھی اور سمجھ تو تقریباً ساری
ہی لیتا تھا۔ حبہ کی بھی اسے سب باتیں سمجھ آچکی تھیں۔
ارے یہ میں نے کیا کر دیا۔ اگر اس نے سر کو وہ بتا دیا ”

جو میں نے اسے بولا تھا۔ تو میری نوکری تو گئی۔
نوکری تو میری چلی گئی۔ ابھی سر کے سامنے ہی تو
“کنبھا بولا اسے میں نے۔

وہ خود سے ہی باتیں کرنا شروع ہو چکی تھی۔
 آپ جائیں۔“ اسود حبہ سے مخاطب ہوا تو وہ جی سر کہہ کر گدھے کے
 سینگ کی طرح وہاں سے غائب ہوئی۔
 کون تھی یہ آفت۔“ حبہ کے ”
 جانے کے بعد ولیم نے اسود سے پوچھا۔
 ”میری پی۔ اے۔“

وہ سب کزنز آج رانی کے گھر آئیں تھیں۔ لان میں بیٹھی تھیں۔
 ”ارے یار آؤ نہ مینہ آنٹی کے آم توڑتے ہیں۔“
 نہیں۔“ سب یک زبان بولیں۔“
 ”ارے آؤ نہ مزہ آئے گا۔“
 وہ سب کوز بردستی اٹھاتے ہوئے بولی۔

اس نے ایک کرسی اٹھا کر درخت کے نیچے رکھی
۔ درخت آدھا ان کے گھر بھی تھا۔ ابھی کچھ ہی آم توڑ پائی تھی کہ اسے
آنٹی کیا آواز سنائی دی۔

”یہ درخت ہل کیوں رہا ہے۔“

رانی کو ان کی بات سن کر شرارت سو جھمی۔

”اس درخت کو میں ہلا رہا ہوں۔“

وہ آواز بدل کر بولی۔

ک کون۔“ آنٹی نے لڑکھڑاتی آواز میں پوچھا۔“

میں جن ہوں۔“ رانی پھر سے بولی۔“

ارے جن انکل۔“۔۔۔۔۔“

”اوئے موٹی انکل کسے بولا“

۔ رانی نے ان کی بات بیچ میں ہی کاٹ دی۔

”مجھ سے دس بارہ سال بڑی ہی ہوگی۔“

”ارے دیکھو جن جی میں نے کچھ نہیں کیا۔ آپ سارے آم لے لو۔“
 آنٹی کہہ کر اندر چلی گئیں۔ ان کے جانے کے بعد ان سب
 کے چھت پھاڑ قہقہے گونجے۔

رانی تم سدھر وگی نہیں۔“ ایبی نے کہا۔“

جو سدھر جائیں وہ ہم نہیں۔“

رانی نے ایبی کی بات پر کہا۔ جس پر وہ سب پھر سے ہنس دیں۔

Zubi Novels Zone

سب لوگ ناشتہ کرنے میں مصروف تھے۔ جب جمود نے مسز حیدر کو
 مخاطب کیا۔

”امی آپ چاہتی ہیں نہ کہ میں شادی کر لوں؟“

ہاں بالکل۔“ انھوں نے جواب دیا۔“

”تو پھر ٹھیک ہے آپ رشتے لے جائیے گا۔“

”مگر کہاں؟“ حمود کی بات پر وہ بولیں۔

”اپنی فیورٹ بھانجی کے گھر۔“

رانی کی بات کر رہے ہو؟“ انھوں نے اس سے پوچھا۔

جی۔“ حمود نے بس یہی جواب دیا تھا۔

بھائی سچ میں۔“ ایبی اور ششی پر جوش ہوئی تھیں۔

”ہمممم۔۔۔۔۔“

لیکن تم تو کسی کو پسند نہیں کرتے تھے۔“

مسز حیدر نے پوچھا۔

”وہ کسی رانیہ بھی تو ہو سکتی ہیں۔“

حمود نے بتایا۔

اوہ۔۔۔“ ایبی اور ششی ایک ساتھ بولیں۔

اور حمود اس بات پر رانیہ کا ردِ عمل سوچ کر مسکرا دیا۔

حمود کے کہنے پر اس کے گھر والے رانی کے گھر رشتہ لائے ♥♥

تھے۔ رانی کی امی کو خالہ نے کال کر کے ڈھکے چھے الفاظ میں بتا دیا

تھا۔ رانی کی امی نے رانی کو بس ان کے آنے کا بتایا تھا۔ اور ان کو رات

کے کھانے کا بھی کہا تھا۔ جب وہ لوگ آئے تھے تو رانی کچن میں کام

کرنے میں مصروف تھی۔ باقی سب کام تو وہ کر چکی تھی بس سلاد بنانا

Zubi Novels Zone

باقی تھا۔

”لگتا ہے خالہ لوگ آگئے۔“

اس نے باہر سے باتوں کی آواز سن کر کہا تھا۔

”السلام علیکم۔“

اس نے باہر آکر سلام کیا۔

”وعلیکم اسلام۔“

ان سب نے جواب دیا۔

وہ سب سے مل کر ایچی کے پاس بیٹھ گئی۔ اسے خود پر نظروں کی تپش محسوس ہوئی تو اس نے اوپر دیکھا۔

حمود اس کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے دیکھنے پر بھی جب حمود نے نظریں نہ ہٹائیں تو وہ وہاں سے تیار ہونے کا بہانہ کر کے اٹھ گئی

وہ کمرے میں آئی تو اپنے دل پر ہاتھ رکھا۔ دل ایک سو بیس کی سپیڈ پر ڈھرک رہا تھا۔

”حمود بھائی مجھے کیوں دیکھ رہے تھے۔“

اس نے خود سے سوال کیا۔

”شاهد مجھے وہم ہوا ہے۔“

خود ہی جواب بھی دے دیا۔ اس نے اپنا ڈریس نکالا اور فریش ہونے چلی گئی۔ واپس آئی تو اس نے بلیک اور ریڈ کلر کا بہمنیشن کا ڈریس پہنا تھا۔ بلیک کلر کا لانگ فرائک اور کیپری اور ریڈ بلیک کلر میں ڈوپٹا۔ وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی ہوئی۔ دراز سے ایئر رنگز نکالے۔ اور پہن لیے۔

بلیک کلر کی ہیلز۔

وہ تیار ہو کر نیچے آئی تو سب لوگ باتوں میں مصروف تھے۔ وہ بھی کچن میں چلی گئی۔ وہ اندر آ کر ابھی سلاد بنانا شروع ہی ہوئی تھی کہ اسے حمود کی آواز آئی حمود رانیہ کو کچن میں جاتے ہوئے دیکھ چکا تھا اسلئے پانی لینے کے بہانے کچن میں آ گیا۔

پانی ملے گا۔“ حمود نے پوچھا۔”

رانی نے اس کی طرف دیکھا تو اس کی نظروں سے پزل ہوئی۔
”جی میں دیتی ہوں۔“

یہ کہہ کر رانیہ نے گلاس میں پانی انڈیلا۔ اور گلاس حمود کی طرف بڑھا دیا۔

یہ لیں۔“ رانی نے اسے جھکی نظروں کے ساتھ پانی کا گلاس پکڑا دیا۔“
شکریہ۔“ حمود نے کہہ کر گلاس تھام لیا۔“

پانی پیتے ہوئے بھی اس کی نظریں رانی پر تھیں۔ اور اس کی نظریں اٹھ ہی نہیں رہی تھیں۔

”آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نہ رانیہ؟“

حمود نے رانی سے پوچھا۔

جی کیوں؟“۔“

رانی نے الٹا اس سے سوال کیا۔

آپ خاموش ہیں نہ اس لیے۔“

حمود نے جواب دیا۔

“میں ٹھیک ہوں۔“

رانی نے بتایا اور پھر سے سلاد بنانے میں لگ گئی۔ حمود وہیں کھڑا رہا۔

آپ باہر جائیں نہ حمود بھائی۔“

حمود اس کے بھائی کہنے پر بد مزہ ہوا۔

رانیہ میں نے آپ کو شاہد بھائی کہنے سے منع کیا تھا۔“ حمود نے اسے

یاد دلایا۔

بھائی ہیں تو بھائی ہی بولوں گی نہ۔“

رانی نے اس کی معلومات میں اضافہ کیا۔

“میں آپ کا بھائی نہیں کزن ہوں۔“

حمود نے گویا اسے جتایا۔

”کزن بھی تو بھائی ہوتے ہیں۔“
رانی بھی اپنے موقف پر قائم تھی۔
”آصف بھی تو کزن ہے اسے بھائی کیوں نہیں بولتیں۔“
اف حمی بھیا کیا ہو گیا ہے آپ کو۔ ”پہلے بھی تو آپ کو میں بھائی ہی“
”بولتی تھی۔“

حمود کی ایک ہی تکرار پر وہ جھنجھلا گئی۔
”پہلے کی بات اور تھی۔“
حمود نے پھر سے کہا۔

”اب میں اور پہلے میں کیا فرق ہے؟“
رانی نے پوچھا۔

”وہ تو آپ کو پتہ چل ہی جائے گا تھوڑی دیر تک۔“
اور وہ یہ کہہ کر باہر چلا گیا۔

”پتہ نہیں کیا بول رہے تھے؟“
رانی پھر سے اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

کھانے سے فارغ ہو کر سب چائے پی رہے تھے۔ جب مسٹر حیدر نے
بات کا آغاز کیا۔

”آج ہم لوگ ایک خاص مقصد سے آئے ہیں۔“
سب انھیں غور سے سن رہے تھے۔
”ہم حمود کی شادی کرنا چاہتے ہیں۔“

مسز حیدر نے مزید بتایا۔

اچھا کس کی قسمت پھوٹنے والی ہے۔“
رانی کی زبان میں کجھلی ہوئی۔

میرا مطلب ہے کون ہے وہ خوش نصیب۔“

مسز داتم کے گھورنے پر اس نے تصحیح کی۔

”ہم رانی کو اپنی بیٹی بنانا چاہتے ہیں۔“

مسز حیدر نے بتایا۔

خالہ میں تو پہلے سے ہی آپ کی بیٹی ہوں۔“

رانی پھر سے بولی۔

اس کی بات پر حمود نے اپنی مسکراہٹ چھپائی۔

لیکن بیٹا میں تمہیں ہمیشہ کے لئے اپنی بیٹی بنانا چاہتی ہوں۔ میں چاہتی ”

”ہوں تم میرے حمود کی دلہن بنو۔“

ان کی بات پر رانی جو چائے پی رہی تھی اسے زبردست قسم کا اچھو کا لگا۔

”ارے کیا ہو گیا“

۔ایمی نے پانی اسے دیا۔ رانی نے حمود کو دیکھا

وہ بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اسے اب حمود کی کچن میں

کہی بات سمجھ آئی تھی۔ وہ وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔
سب کو لگا وہ شرمائی۔

ایمی اس کے پیچھے آئی۔ وہ چھت پر کھڑی تھی۔
”کیا ہوا تم وہاں سے اٹھ کر کیوں آگئی؟“
تو اور کیا کرتی؟“

رانی نے ایمی کے سوال کا جواب دینے کی
بجائے سوال کیا۔

”تم نے بھی مجھے نہیں بتایا۔
رانی نے شکوہ کیا۔

”ہمیں تو خود ابھی پتہ چلا۔“
ایمی نے وضاحت دی۔

مجھے نہیں کرنی تمہارے کھڑوس ”

بھائی سے شادی۔“

رانی نے منہ بسور کر کہا۔

”کیوں نہیں کرنی شادی مجھ سے؟“

جواب ایسی کی بجائے حمود نے دیا تھا۔ حمود اس سے خود بات کرنا چاہتا

تھا۔ اسلئے اوپر آیا تھا۔

”خیر بھائی آپ ہی پوچھ لیں اس سے میں تو چلی۔“

ایسی نیچے چلی گئی۔

جی تو اب بتائیں کیا کہہ رہی تھیں آپ۔“

حمود چل کر اس کے قریب آیا۔

”مجھے آپ سے شادی۔۔۔۔۔“

حمود کو اپنی طرف آتا دیکھ کر رانی سے بات کرنا مشکل ہو رہا تھا۔
”کیوں نہیں کرنی شادی؟“

حمود نے پوچھا۔

بس نہیں کرنی۔“

رانی ضدی لہجے میں بولی۔

”کوئی وجہ بھی تو ہوگی۔“

اس نے مزید ایک قدم اس کی طرف بڑھایا۔

”میں۔۔۔“

”ہوں آپ کیا۔“

حمود اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی بول پڑا۔

”دیکھیں۔۔۔“

”دیکھ ہی تو رہا ہوں۔“

حمود نے پھر سے اس کی بات کاٹی۔

”آپ۔۔“

”بہت اچھا ہوں نہ۔“

حمود نے پھر سے اس کی بات مکمل نہ ہونے دی۔

”کیوں کر رہے ہیں آپ ایسے۔“

”کیا۔۔ حمود انجان بنا۔“

”اگر مجھ سے شادی نہیں کرنی تو آصف سے کرنی ہے۔“

”آصف کہاں سے آگیا بیچ میں۔“

رانی حمود کی بات پر جھنجھلائی۔

”تو پھر کیوں نہیں کرنی۔“

وہ اس کے قریب کھڑا اس سے پوچھ رہا تھا۔

بس نہیں کرنی۔۔“

رانی اپنی ضد پر قائم تھی۔

کل تک کا وقت ہے آپ کے پاس ”

کوئی وجہ ڈھونڈ سکتی ہیں تو ڈھونڈ لیں۔ ویسے شادی تو میں آپ سے ہی

”کروں گا چاہے آپ ہاں کریں یا نہ کریں۔

وہ مسکراتے لہجے میں بولا۔

”کوئی زبردستی ہے کیا؟ نہیں کروں گی تو کیا اٹھا کر لے جائیں گے؟”

رانی اس کی ڈھیٹائی پر تپ کر رہ گئی۔

”ویسے مشورہ اچھا ہے۔ عمل کیا جاسکتا ہے۔”

حمود نے کمال ڈھیٹائی کا مظاہرہ کیا۔

اور وہاں سے چلا گیا۔

”میں بہت بھاری ہوں۔”

رانی نے پیچھے سے ہانک لگائی۔

کوئی بات نہیں جم جاتا ہوں میں بھاری چیزیں آسانی سے اٹھا سکتا”
”ہوں۔

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

♥♥♥♥ اور نیچے چلا گیا۔

عاطف جب گھر آیا۔

اس نے جیسے ہی اندر قدم رکھا۔

اسے ایبی رانی مریم اور شبی کے ساتھ

آنکھ مچولی کھیلتی نظر آئی۔

مریم گھرا کیلی تھی اور بورہور ہی تھی

توان کو اپنے گھر بلا لیا تھا۔

”ایمو مجھے پکڑو۔“

کی زبان کو بریک لگے۔

آپ۔ ایسی کی زبان لڑکھڑائی۔

جی میں۔ عاطف نے بغیر اس کو دیکھے جواب دیا۔

عاطف بات تو اس سے کر رہا تھا۔

نظریں اس پر نہیں تھیں۔

ایسی کی نظر جب اپنے اوپر پڑی تو

شرم سے ڈوب مرنے کو دل چاہا۔

اب اسے سمجھ آئی تھی کہ عاطف اسے

کیوں نہیں دیکھ رہا۔

وہ بغیر ڈوپٹے کے کھڑی تھی۔

اس نے جلدی سے پاس پڑی کر سی سے ڈوپٹا اٹھایا۔

اور اسے اپنے اوپر لپیٹ لیا۔

عاطف بھی اندر جا چکا تھا۔

”ارے ہن ہوش کر لے چلے گئے وہ۔“ ♥♥

اس کی آواز پر ایسی ہوش میں آئی۔

”میں تو انھیں نہیں دیکھ رہی تھی۔“

اچھا تو پھر کیا اس درخت

”کے پتے گن رہی تھی؟

رانی نے سامنے والے درخت کی طرف دیکھ کر کہا۔

”اچھا چھوڑو نہ آؤ اندر چلتے ہیں۔“

”بڑی جلدی ہے اندر جانے کی۔“

رانی نے ایسی کو چھیڑا۔

”دفعہ ہو جاؤ۔“

ایسی نے اس کے بازو پر ٹھپڑ رسید کیا۔

”چلو آؤ اندر دفعہ ہوتے ہیں۔“

رانی اس کی بات پر بولی۔

وہ دونوں ہنس کر اندر کی جانب بڑھ گئی۔

وہ تینوں اندر آ کر صوفے پر بیٹھیں۔

تھوڑی دیر بعد عاطف بھی فریش ہو کر وہیں آ گیا۔

وہ ان کے عین سامنے صوفے پر بیٹھا۔

اور موبائل نکال کر دیکھنے لگا۔

”بس کر دے بہن کتنا تاڑے گی عاطف بھائی کو۔“

رانی نے ایسی ہی کے کان میں گھس کر کہا۔

تم تو انھیں ذاتی پر اپرٹی سمجھو۔“

”کر دیکھے جارہی ہو۔“

”ویسے عاطف بھائی۔“

اس نے ایمنی کے بعد عاطف کو مخاطب کیا

ہوں۔“

”کیا ہوا؟“

رانی کے مخاطب کرنے پر اس نے پوچھا۔

آپ کو اپنا صدقہ دینا چاہیے۔“ رانی نے تجویز دی۔“

”مجھ میں ایسا کیا ہے؟“

”ارے کچھ تو خاص ہو گا۔“

”تب ہی تو اتنی لڑکیاں مرتی ہیں آپ پر۔“

اس نے ایمنی کی گھوریوں کو کسی خاطر

میں لائے بغیر عاطف کی بات کا جواب دیا۔

”ویسے لڑکیاں تو مجھ پر بھی کافی مرتی ہیں۔“

”کیا مجھے بھی اپنا صدقہ دینا چاہیے؟“

حمود جو ابھی عارف بھائی کے ساتھ

اندر آیا تھا۔

اس کی بات کے جواب میں بولا

”ویسے اتنی خوشفہمیاں اچھی نہیں ہوتیں۔“

وہ بھی رانیہ تھی۔ فوراً جواب دیا تھا۔

حمود اس کے ساتھ والے سنگل صوفے

پر ہی بیٹھ گیا۔

اس کے ساتھ بیٹھنے پر رانی کے دل کی

ڈھڑکنوں نے سپیڈ پکڑی۔

پھر وہ بار بار اسے دیکھ رہا تھا۔

اس کی نظروں سے گبھراتے وہ وہاں سے اٹھ

کر چلی گئی۔

عارف اپنے روم میں جا چکا تھا۔

”شبّی ایک اچھی سی کافی تو پلاؤ۔“

عاطف کی بات پر وہ ”جی بھائی“ کہہ کر

کچن میں چلی گئی۔

کافی بنا کر واپس آئی اور سب کو دی۔

گڑیا عارف بھائی کی کافی ”

”ان کے روم میں دے آؤ۔

عاطف کے کہنے پر وہ کافی لے کر عارف

کے روم کی طرف بڑھ گئی۔

دروازہ ناک کیا اور اجازت ملنے پر

کمرے کے اندر قدم رکھا۔
”بشریٰ کافی سائیڈ ٹیبل پر رکھ دو۔“
وہ بالوں میں برش کرتے ہوئے بولا۔
اسے لگا بشریٰ کافی لائی ہے۔
”عارف بھائی میں ہوں۔“
شبّی نے اسے اپنی موجودگی
کا احساس دلایا۔
جبکہ اس کے بھائی کہنے پر
عارف نے برا سامنہ بنایا۔
”بھائی بولنا ضروری ہے کیا؟“
اس نے شبّی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔
وہ جو ٹیبل پر کافی رکھ رہی تھی۔

اس کی بات پر چونک کر مڑی۔

”جی کیوں؟“

”میں کہہ رہا ہوں کیا اتنا بہت نہیں ہے۔“

عارف نے اس کی بات پر قریب آکر پوچھا۔

”پر آپ بھائی ہی تو ہیں۔“

شبّی نے جواب دیا۔

”اچھا لیکن میں آپ کو بہن نہیں بنانا چاہتا۔“

”تو کیا بنانا چاہتے ہیں پھر؟“

شبّی نے نا سمجھی سے پوچھا۔

”بتا دوں گا۔ بس آپ مجھے بھائی کہنا چھوڑ دیں۔“

عارف بات کر کے اس کے سامنے سے ہٹا۔

اور وہ وہاں سے گدھے کے سینگ کی طرح

غائب ہوئی۔

رانی باہر لان میں پنچ پر بیٹھی تھی۔

جب اسے حمود کی آواز آئی۔

”آپ وہاں سے اٹھ کر کیوں آ گئیں؟“

”آپ سے مطلب؟“

حمود کے پوچھنے پر

رانی تڑخ کر بولی۔

ابھی تو نہیں ہے۔ لیکن مستقبل میں ”

”آپ کے سارے مطلب مجھ سے ہی جڑے ہیں۔

اس کی بات سن کر اس کا چہرہ لہو چھلکانے لگا۔

”آپ۔“

اس نے اسکو انگلی دکھاتے ہوئے کہا۔

اس سے پہلے وہ بات پوری کرتی۔

حمود نے اس کی انگلی کو پکڑتے

اس کی بات نیچ میں ہی کاٹ دی۔

”میں کیا؟“

وہ ذرا سا اس کی طرف جھکا تھا۔

”میں آپ کو دیکھ لوں گی۔“

وہ انگلی چھڑواتے ہوئے وہاں سے اٹھ گئی۔

”تو دیکھ لیں۔ میں نے کب منع کیا۔“

”بلکہ ایک کام کرتا ہوں۔“

امی سے ہمارے نکاح کی بات کرتا ہوں۔“

پھر جی بھر کر پورے حق سے

”دیکھ لیجئے گا۔

اس کی بات پر رانی کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔

”آپ نہ مجھ سے شادی کر کے بہت پچھتائیں گے۔“

اور اگر میں کہوں میں پچھتانے کے لئے بخوشی

”تیار ہوں پھر۔

”ٹھہر کی۔“

رانی اس کی باتوں پر اس کو نئے لقب سے

نواز کر وہاں سے جا چکی تھی۔

وہ ابھی بھی وہیں نظریں ٹکائے ہوئے تھا۔

جب اسے آصف کی آواز آئی۔

اوائے نظریں ہٹالے وہاں سے

”چلی گئی ہے وہ۔

وہ ابھی ابھی گھر آیا تھا۔

رانی کو وہ اندر جاتے ہوئے دیکھ چکا تھا۔

ایسی ابھی نظر ان سے ہٹتی نہیں ”

دانت سے ریشمی ڈور کٹتی نہیں

عمر کب کی برس کے سفید ہو گئی

کالی بدری جوانی کی چھٹتی نہیں

واللہ یہ دھڑکن بڑھنے لگی ہے

چہرے کی رنگت اڑنے لگی ہے

ڈر لگتا ہے تنہا سونے میں جی

دل تو بچہ ہے جی۔۔۔

”تھوڑا کچا ہے جی۔۔۔

اس کی بات پر حمود سر پر ہاتھ پھیر کر گنگنا یا۔

”اوہو میرا دوست تو عشق میں معرا سی بن گیا ہے۔“

اس نے اس کا مزاق اڑایا۔

”عشق چیز ہی ایسی ہے میرے دوست۔“

وہ اس کی بات پر بُرا منائے بغیر بولا۔

ولیم آج اسود کے گھر پر آیا تھا۔

ان دونوں کو کام کے متعلق کچھ ڈسکس کرنا تھا۔

وہ دونوں بیٹھے ہوئے تھے۔

جب مینوان کے گھر آئی۔

اس نے اسود کو سلام کیا۔

”وعلیکم السلام۔“

”حبہ کہاں ہے۔“

”اندر کچن میں۔“

وہ کچن کی طرف بڑھ گئی۔

”بھاؤ۔۔۔“

حبہ جو کچن میں ولیم اور اسود

کے لیے کافی بنا رہی تھی۔

مینیو کے اس طرح کرنے پر ڈر کر اچھلی۔

اور مینیو کو ہنسی آگئی۔

”یار کیا ہے مینیو ڈرا دیا۔“

حبہ اس کے ہنسنے پر بولی۔

اسود جو کچن میں ولیم کیلئے پانی لینے آیا تھا۔

مینیو کی ہنسی میں کہیں کھو گیا تھا۔

ارے بھائی آپ۔۔۔“

حبہ کے بلانے پر وہ ہوش میں آیا۔
حبہ اس کی پھپھو کی بیٹی تھی۔
وہ کیونکہ جاب کرتی تھی۔
اسلئے گاؤں کی بجائے شہر میں رہتی تھی۔
اس کا اپنا گھر گاؤں میں تھا۔
”پانی چاہیے تھا۔“
اسود نے حبہ کی بات کا جواب دیا۔
”اچھا میں دیتی ہوں۔“
حبہ نے پانی ڈال کر اسے پکڑا یا۔
”شکریہ۔“
اور وہاں سے چلا گیا۔

ولیم لاؤنج میں بیٹھا کام کر رہا تھا۔

جب حبہ کافی لے کر آئی۔
اسود اپنے روم میں کچھ لینے گیا تھا۔
اس لیے وہ یہاں اکیلا بیٹھا تھا۔
حبہ کافی ٹیبل پر رکھنے لگی جب اس کا سر چکرایا۔
کافی ہاتھ سے چھوٹ کر ٹیبل پر رکھے پیپر زیر گری۔
اس کی صبح سے کچھ طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔
وہ سنبھل تو گئی پر سامنے کا منظر دیکھ اس
کے ہوش اڑے۔

ولیم اسے ہی گھور رہا تھا۔
آتم سوری۔ وہ میں نے جان ”
”بوجھ کر نہیں کیا۔

“It's ok.”

ولیم نے اس کی بات پر کہا۔

وہ حیران ہوئی۔

گھورتو ایسے رہے تھے جیسے ابھی ”

،، کچا چبا جائیں گے۔

ولیم کچھ کہنا چاہتا تھا۔

پر اس کی ڈری ہوئی شکل

دیکھ کر بس اتنا ہی بول پایا۔

،، یہ کیا ہوا؟ ”

اسود واپس آیا اور سامنے کا منظر دیکھ کر پوچھا۔

“Nothing.”

ولیم نے جواب دیا اور

♥♥ پیپرز سمیٹنے لگا۔

”ارے آپ لوگ یہاں۔“

حمود نے خوشگوار حیرت سے پوچھا۔

”کیوں یہ شاپنگ مال آپ کا ہے۔“

”جو ہم یہاں نہیں آ سکتے۔“

رانی نے پوچھا۔

”ارے ارے کیوں نہیں آ سکتیں۔“

”بالکل آ سکتی ہیں۔“

آپ کہیں تو آپ کے لئے پورا شاپنگ مال

”خرید لوں۔“

حمود نے سخاوت کا مظاہرہ کیا۔

”خرید ہی نہ دیں۔“

ایک سوٹ تو آج تک لے کر نہیں دیا۔

رانی نے ڈرائیور سے کال کر کے پوچھا۔

”میں کسی کام سے آیا ہوں۔“

”آپ لوگوں کی شاپنگ ہو گئی کیا۔“

انھوں نے حیرت سے پوچھا۔

جی۔“

اب ہم کیا کریں۔

”اتنی دھوپ ہے یہاں۔“

رانی نے منہ بسورا۔

”آپ لوگ ہمارے ساتھ آجائیں۔“

حمود نے آفر دی۔

”نہیں۔“

”میں تو نہیں آؤں گی آپ کے ساتھ۔“

رانی اپنی ضد پر قائم تھی۔

”میں آصف کے ساتھ چلی جاؤں گی۔“

وہ دونوں آفس سے سیدھا شاپنگ

پر آئے تھے۔

اس لیے دونوں کے پاس اپنی گاڑی تھی۔

ارے لیکن مجھے تو کام ہے ابھی۔“

”میں تو ابھی آفس جاؤں گا۔“

حمود کے اشارہ کرنے پر آصف نے بہانا بنایا۔

رانیہ مجبوراً حمود کے ساتھ اس کی

گاڑی میں بیٹھی۔

”شکریہ ڈرائیور انکل۔“

آصف نے ڈرائیور سے کہا۔

جوان کے جانے کے بعد ہی وہاں آیا تھا۔

یہ ان دونوں کی ملی بھگت تھی۔

اور ڈرائیور کو ان کی بات ماننا پڑی۔

رانیہ آگے بیٹھی۔

پیچھے ایسی کے ساتھ شاپنگ بیگز پڑے تھے۔

”ویسے آپ نے میرے ساتھ آنے سے منع کیوں کیا۔“

حمود گاڑی چلاتے ہوئے رانیہ سے مخاطب ہوا۔

وہ کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔

اس کے سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔

”نہ میں آپ سے بات کر رہا ہوں۔“

”میرا نام رانیہ ہے۔“

وہ بولی تو تھی۔

لیکن اس کی بات کا جواب پھر بھی نہ دیا۔

حمود بیچارہ سرد آہ بھر کر رہ گیا۔

بھائی گاڑی روکیے گا۔“

”میں ذرا ٹیلر کو کپڑے دے آؤں۔“

ایمی نے ٹیلر کی شاپ کو دیکھ کر کہا۔

حمود نے گاڑی روکی۔

ایمی اتر گئی۔

آپ ہر بات میں آصف کا نام کیوں لیتی ہیں۔“

”کیا میں آپ کو اچھا نہیں لگتا۔

حمود رانیہ سے مخاطب ہوا۔

کوئی بات بتانی ہو تو اسے بتانی ہے آپ نے۔”

”کہیں جانا ہے تو وہ ساتھ ہو آپ کے۔

آصف اس کا بہت اچھا دوست تھا۔

وہ اس سے جلتا نہیں تھا۔

لیکن اپنی نیہ کے معاملے میں

اس کو اس کے منہ سے بار بار آصف

کا نام شہد اچھا نہیں لگتا تھا۔

میں اس کے ساتھ باتیں کروں”

گھموں پھروں کھیلوں یا

اس سے شادی بھی کر لوں۔ آپ کو اس سے کیا۔

آپ ہوتے کون ہیں مجھ سے یہ پوچھنے والے۔

”کر کیا لیں گے آپ۔

وہ تو ہتھے سے ہی اکھڑ گئی تھی۔

”آپ کو لگتا ہے میں کچھ نہیں کر سکتا ہوں۔“

حمود کو حیرت ہوئی اس کی بات پر۔

چلیں ٹھیک ہے پھر۔“

کل تک آپ کو پتہ چل جائے گا

”میں کیا کر سکتا ہوں۔

حمود نے رانیہ کو چیلنج کیا تھا۔

”ہاں ہاں دیکھ لوں گی۔“

اس نے ناک سے مکھی اڑائی تھی۔

ایبی واپس آئی تو حمود نے گاڑی گھر کے

راستے پر ڈال دی۔

رانی گھر پہنچ کر سو گئی تھی۔

وہ عصر کے وقت گھر پہنچی تھی۔

نماز پڑھ کر سوئی تھی۔

اور اب آنکھ کھلی۔

مغرب کی نماز پڑی اور نیچے آگئی۔

”اٹھ گئی بیٹا آپ۔“

مسٹر حیدر نے پوچھا۔

”جی پاپا“

بیٹا آپ نے حمود کے پروپوزل کے ”

”بارے میں کیا سوچا۔“

”بابا مجھے ابھی شادی نہیں کرنی۔“

رانی نے منہ بسورا۔

بیٹا شادی مت کرو۔“

لیکن کوئی جواب تو دے دو۔

”ان لوگوں کو بھی تو بتانا ہے۔

”مجھے نہیں کرنی ان سے شادی۔“

”اچھا چلو ٹھیک ہے۔“

وہ اس کے جواب پر اداس ہوئے تھے۔

لیکن رانی کی خوشی سے زیادہ کچھ اہم

بھی نہیں تھا۔

اگلے دن مینو رانی کے گھر آئی۔

ان دونوں نے یونی ساتھ جانا تھا۔
وہ دونوں یونی کے لئے نکل گئی۔
”رانی مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔“
وہ دونوں اس وقت یونی کے لان میں بیٹھی
تھیں۔ جب مینو اس سے مخاطب ہوئی۔
”ہاں بولو۔“
”تم انکار کیوں کر رہی ہو حمود کے رشتے سے۔“
اسے صبح ہی مسز حیدر نے ساری بات بتائی۔
”کیونکہ تم انھیں پسند کرتی ہو۔“
رانیہ نے جواب دیا۔
اس کی اس صاف گوئی پر مینو بھی حیرن تھی۔
”کچھ بھی۔“

”میں انھیں کوئی پسند و سند نہیں کرتی۔“

جھوٹ مت بولو۔

رانی نے مینو سے کہا۔

میں کیوں جھوٹ بولوں گی۔“

میرے لیے وہ بس اچھے انسان ہیں۔

”اور کچھ نہیں۔“

”تم ہاں کر دو۔“

مینو نے زور دیا۔

”ٹھیک ہے۔“

وہ مان گئی

مان تو میں جاؤں گی لیکن“

آپ کا جینا مشکل ضرور کر دوں گی۔

ان کی بات پر رلنی چینی۔
”یہ کیا بول رہے ہیں آپ لوگ۔“
رانی کو تو صدے ہی ہو گیا تھا۔
”حرج تو کوئی نہیں ہے اس میں۔“
”نکاح ہونا تو ہے۔“
اس کی امی نے سمجھایا۔
”پر میری پڑھائی۔“
رانی نے بہانا بنایا۔
”رخصتی تو نہیں ابھی تو صرف نکاح ہے۔“
”پڑھ لینا نہ آپ۔“
مسٹر حیدر نے بھی سمجھایا
اسے اب حمود کی کل والی بات سمجھ آئی تھی۔

اور وہ کیا کر سکتا ہے۔
یہ بھی سمجھ آچکی تھی۔
”ٹھیک ہے لیکن صرف نکاح۔“
وہ مان گئی۔



رانیہ سونے کی تیاری کر رہی تھی۔
جب اس کا موبائل بجا۔
ہیلو کون؟
اس نے بغیر نام دیکھے موبائل کان سے لگایا۔
آپ کا ہونے والا شوہر۔
حمود کے شوخ لہجے پر رانی کے چہرے پر سرخی ڈور گئی۔
نہیہ۔

حمود نے اسکی خاموشی پر اسے پکارا۔

جی۔

اس کی آواز پر وہ ہوش میں آئی۔

کیا ہوا؟

مجھے کیا ہونا ہے۔

رانی نے حمود کے پوچھنے پر جواب دیا۔

اتنی چپ کیوں ہیں پھر۔ ایک منٹ کہیں آپ شرم تو

نہیں رہی ہیں نہ۔

وہ پھر شوخ ہوا۔

ن۔ نہیں تو میں کیوں شرمائوں گی۔

اچھا۔ کیا سچ میں۔

وہ اس کی حالت سے حظ اٹھا رہا تھا۔

ہوں۔

کیا کر رہی ہیں۔

حمود نے پوچھا۔

کچھ نہیں۔

اور آپ۔

اس کی بات کا جواب دینے کے بعد پوچھا۔

آپ کو یاد۔

حمود پھر شیر لہجے میں بولا۔

جی۔

رانی حیران ہوئی۔

آپ مجھے یاد نہیں کرتی ہیں کیا۔

حمود نے اسے مخاطب کیا۔

ویسے تیاری کر لی آپ نے؟
کس چیز کی۔

حمود کے پوچھنے پر وہ انجان بنی۔
میری دلہن بننے کی۔

آپ کو کچھ اور کہنا ہے یا میں کال بند کروں۔
حمود کی بات پر وہ جھنپ گئی۔

اور اپنی جھنپ مٹانے کو بس یہی بول پائی۔
کہنا تو بہت کچھ ہے۔ جب آپ میرے پاس ہوں گی۔
تب بتاؤں گا۔ آپ کو سامنے بتا کر۔
رانی نے کال کاٹ دی تھی۔
ٹھہر کی۔

اس نے اسے لقب دیا۔ اور پھر اپنا چہرہ اپنے ہاتھوں میں چپھالیا۔

دودن گزر چکے تھے اور آج ان دونوں کا نکاح تھا۔
رانی دلہن بن کر بیٹھی تھی۔ خاموش وہ پھر بھی نہیں ہوئی۔ اس نے
ڈیپ ریڈ کلر کا بھاری
بھر کم لہنگا پین رکھا تھا۔ یہ اس کے لیے حمود نے خود پسند کیا تھا۔ رانی کو
یہ نکاح کے حساب سے
زیادہ لگ رہا۔ لیکن بیچاری کی کسی نے بھی نہیں سنی۔ اس وقت چہرے
گھونگھٹ تھا۔ مولوی صاحب آئے تو نکاح شروع ہوا۔
قبول ہے کہنے میں اس کی آنکھوں میں آنسو آئے۔
اس نے کانپتے ہاتھوں سے سائن کیے۔ اور اس کی ہمت بس یہیں تک
تھی۔ اس کے بعد جو وہ اپنی ماما کے گلے لگ کر روئیتو باقی سب کی
آنکھیں بھی نم ہوئیں۔ چاہے وہ ایک چلبلی سی لڑکی تھی۔ لیکن یہ وقت

کسی بھی لڑکی کی آنکھوں میں آنسو لے آتا ہے۔ جب کافی دیر کے بعد
بھی وہ چپ نہ ہوئی۔ تو اس کی ماما نے خود اسے الگ کیا۔
اچھا چلو اب بس کرو۔ میک اپ خراب ہوا تو میرا داماد ڈر جائے گا۔
انہوں نے جان بوجھ کر اس کا دھیان
بھٹکانا چاہا۔ رانی کا منہ ان کی بات پورا کھل گیا۔
امی۔

صدے کی وجہ سے اس سے کچھ بولا بھی نہ گیا۔
اچھا مزاق کر رہی تھی۔

ماشاء اللہ بہت پیاری لگ رہی ہو۔

اس کے پیپا بھی آگئے تھے۔

بہت بہت مبارک ہو بیٹا۔

مسٹر حیدر نے اسے گلے لگایا۔ ان کی بھی آنکھیں نم تھیں۔ ان کے جگر کا ٹکڑا پر ایا جو ہو گیا تھا۔ خوش رہو۔

انھوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

پاپا آپ رورہے ہیں۔

ارے نہیں میری جان۔ میں کیوں رؤں گا۔

انھوں نے تسلی دی۔

میں آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی۔ کہہ دیجئے اپنے داماد سے۔

اس کے بولنے کے انداز پر وہاں موجود سب لوگ مسکرا دیے۔

اسے نکاح کے بعد باہر لایا گیا۔ حمود جو آصف کے چھیڑنے پر مسکرا رہا تھا۔ مسکراتے ہوئے سامنے نظر اٹھی تو پلٹنا بھول گئی۔ سامنے رانی ان سب کے سنگ مسکراتے اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اس کے سامنے آکر رکی تو اس کو ہاتھ دینے کی بجائے وہ اسے دیکھے گیا۔ جس کا چہرہ گھونگھٹ میں ہونے کی

وجہ سے وہ دیکھ نہ پایا۔ البتہ یہ احساس کہ وہ اب اس کی دسترس میں ہے اس احساس سے دل میں گدگدی ہوئی۔

یار حمود تمھاری ہی ہے۔ اسے تاڑ بعد میں لینا۔ پہلے اس کو ہاتھ دو۔

آصف نے اس کو ہوش دلایا۔

اس نے اپنا ہاتھ اس کے سامنے کیا۔ رانی نے اس کے ہاتھ سامنے کرنے پر اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں رکھا۔

حمود نے اسے سٹیج پر بٹھایا۔ اور خود بھی اس کے بالکل قریبی بیٹھ گیا۔ رانی کی ڈھڑکنوں نے اس کے اس طرح بیٹھنے پر سپیڈ پکڑی۔ اس کی گبھراہٹ وہ دیکھ چکا تھا۔
ریلیکس۔ نیہ۔

تب ہی اس کا ہاتھ پکڑ کر سہلایا۔ وہ اس کے ہاتھ پکڑنے پر مزید گبھرائی۔ اس نے اپنا ہاتھ چھڑوانا چاہا تو اس نے گرفت مزید مضبوط کی۔ اور مزید پھیل کر بیٹھ گیا۔
ویسے کب تک اپنے دیدار سے محروم رکھنے کا ارادہ ہے۔

اس کا اشارہ اس کے گھونگھٹ کی طرف تھا۔
جب تک رخصتی نہیں ہوتی تب تک۔
اس کے لہجے میں شرارت تھی۔ وہ بھی مسکرا دیا۔

اور اگریں رخصتی آج ہی کروالوں تو۔
حمود نے اسے ڈرانا چاہا۔ پہلے تو وہ گبھرائی۔ پھر اس کا مزاق سمجھ کر ٹال دیا۔

آپ رخصتی نہیں کروا سکتے ہیں آج۔
اس نے اسے چیلنج کیا۔

اور اگریں نے کروالی پھر۔
تو پھر جو آپ کہیں گے میں وہ کروں گی۔
اس نے اس کی بات کو مزاق سمجھا۔

پھر تیار رہے گا۔

حمود کے کہنے پر رانی نے اسے دیکھا۔ وہ سامنے دیکھ رہا تھا۔ وہ اس کی بات کو مزاق سمجھ کر سر جھٹک گئی۔

کچھ دیر بعد سب کھانے میں مصروف ہو گئے۔

اور کتنی دیر لگے گی۔

مہمان تو کھانا کھانے لگ گئے تھے۔ پر رانیہ کو ابھی تک نہیں ملا تھا۔
کس میں۔

رانیہ کی بات پر حمود نے پوچھا۔

کھانا آنے میں۔ بھوک لگی ہے مجھے۔

اس کی بات پر حمود کے ہونٹوں پر مسکراہٹ

آئی۔

لیکن آپ تو دلہن ہیں۔

تو۔

حمود کی بات پر رانی نے پوچھا۔

تو یہ کہ دلہنیں اپنی شادی پر کھانا نہیں کھاتیں۔

کیا ایا۔ یہ کس نے کہا۔

وہ صدمے میں ہی چلی گئی۔ حمود پھر مسکرایا۔

اتنی دیر میں آمنہ بھی آگئی۔

ایمی میں بہت تھک گئی ہوں پلیز مجھے روم میں لے جاؤ۔

اچھا آ جاؤ۔

اس نے حمود کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑوانا چاہا۔

میرا ہاتھ چھوڑیں۔

اس نے حمود سے کہا۔

کیوں؟

حمود نے پوچھا۔

مجھے روم میں جانا ہے۔

حمود نے ہاتھ چھوڑ دیا۔ وہ بھی ایمی کے ساتھ روم میں چلی گئی۔

ایکی اسے روم میں چھوڑ کر اس کے لئے کھانا
لینے گئی۔

وہ بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ دس منٹ ہی گزرے
تھے۔ جب دروازے پر دستک ہوئی۔

آ جاؤ۔

اسے لگا ایسی کھانا لائی ہوگی۔ حمود اندر آیا سامنے ہی اس کی نئی نویلی بیوی
بیٹھی تھی۔ رانیہ نے آنکھیں کھولی۔ سامنے حمود کو دیکھ وہ بیڈ سے اچھلی۔
آپ۔ آپ یہاں کیا کر رہے ہیں۔

دیکھنے آیا ہوں آپ کو۔

حمود نے جواب دیا۔

اس نے وہاں سے نکلنا چاہا۔ حمود نے ہاتھ پکڑ کر روک لیا۔

کہاں جا رہی ہیں۔

اس نے رانیہ کو اپنے سامنے کیا۔

وہ میں۔۔

اس کی نظریں کنفیوز کر رہی تھیں رانیہ کو۔

کھانا کھایا۔

نہیں وہ ایسی لینے گئی ہے۔

اس کے پوچھنے پر رانیہ نے جواب دیا۔

ویسے کوئی تو کہہ رہا تھا کہ رخصتی سے پہلے اپنی دید نہیں بخشے گا۔

وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ اس کا ہاتھ بھی ابھی تک حمود کے ہاتھ

میں تھا۔

مجھے نہیں پتا تھا کہ میری نیاہ میری پسند میں ڈھل کر اتنی خوبصورت

لگے گی۔

اس کے میری نیا کہنے پر رانی کے دل نے ایک بیٹ مس کی۔ کتنے حق سے میری نیا کہا تھا حمود کی نظریں اسے کنفیوز کر رہی تھیں۔ نظریں اٹھانا مشکل لگ رہا تھا۔ زبان تو جیسے تالو سے ہی چپک گئی تھی۔

آپ پلیر جائیں یہاں سے۔ مجھے چیلنج کرنا ہے۔

ابھی تو میں نے جی بھر کر آپ کو دیکھا بھی نہیں

ابھی جلدی کس بات کی ہے۔

حمود نے کہا۔

میں تھک گئی ہوں مجھے آرام کرنا ہے۔

اور کھانا نہیں کھائیں گی۔

حمود نے پوچھا۔

نہیں میں بعد میں کھالوں گی۔

اتنی دیر میں ایسی کھانا لے آئی۔

ارے بھائی آپ۔

ایمی نے حمود کو وہاں دیکھ کر پوچھا۔

آپ کی بھابھی کا دیدار کرنے آیا تھا۔ کھانا ٹھیک سے کھائیے گا۔ اس کی بہت ضرورت پڑے گی آپ کو۔

اس نے پہلے ایمی کو جواب دیا۔ پھر رانیہ سے مخاطب ہوا۔ یہ بات بس رانیہ نے ہی سنی تھی۔

اور پھر وہ وہاں سے چلا گیا۔
Zubi Novels Zone

بھائی چلے گئے بھابھی۔

ایمی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ وہ ابھی تک وہیں دیکھ رہی تھی۔ جہاں سے حمود گیا تھا۔

اس لیے ایمی نے یہ بات کی تھی۔ لیکن اس کے بھابھی کہنے پر رانیہ نے اس کے بازو پر تھڑ مارا۔

آئندہ مجھے بھابھی مت بولنا۔

وہ سرخ چہرے لیے بولی۔

ارے آپ تو شرماتی بھی ہیں۔

ایمی نے اسے چھیڑا۔

اچھا اچھا۔ کھانا کھالیں بھابھی۔

رانیہ کے گھورنے پر ایمی نے کہا۔ اسے تنگ کرنا پھر بھی نہیں بھولی تھی۔

♥♥ ایمی وہاں سے چلی گئی۔ وہ بھی کھانا کھانے لگی۔

رانیہ کھانا کھا کر ابھی فارغ ہی ہوئی تھی کہ۔

اسے اس کے ماما پاپا نے بتایا۔

آج ہی اس کی رخصتی ہے۔

وہ یہ سن کر حیران ہوئی بھلا

”آج ہی رخصتی کیسے ہو سکتی ہے۔“

اس نے پہلے تو بہت واویلا کیا۔

مگر پھر مان گئی۔

اس نے ایکی اور اپنی دوستوں کے ساتھ مل کر

پلان بنایا تھا کہ اس کے دولہے کو خوب

لوٹیں۔

ایکی اور مینو اسے باہر لائیں۔

وہ سٹیج پر حمود کے ساتھ بیٹھ گئی۔

مینو اور حبیہ نے اسے وہاں بیٹھانے

کے بعد دودھ کا گلاس حمود کے سامنے

رکھا۔

وہ اسے پکڑنے لگا۔

توحبہ نے گلاس یہ کہہ کر پیچھے کر لیا۔

”اس کا تو بل دینا پڑے گا۔“

اسود اور آصف حمود کے پیچھے

کھڑے تھے۔

”کیوں بھئی بل کس بات کا۔“

یہ بولنے والا آصف تھا۔

”دودھ کا۔“

”اگر ہم نہ دیں تو۔“

آصف نے پھر سے سوال کیا۔

”تو دلہن نہیں ملے گی۔“

حبہ نے جواب دیا۔

”دلہن تو میری ہے۔“

”انہیں تو اٹھار بھی لے جاؤں گا میں۔“

”کوئی روک نہیں سکتا ہے مجھے۔“

حمود مسکراتے لہجے میں

رانیہ کو دیکھتے ہوئے بولا۔

رانیہ تو اس کی بات پر بیچ و تاب

کھاتی رہ گئی۔

”ارے ایسے کیسے ہم نہیں لے کر جانے دیں گے۔“

”ڈیمناڈ کتنی ہے ویسے۔“

آسود نے پوچھا۔

”ایک لاکھ۔“

مینو نے بتایا۔

آسود نے اس کے بولنے پر اوپر دیکھا

اور اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔
وہ اس وقت اورنج کلر کے لانگ
فراک میں لائٹ سے میک اپ کے ساتھ
کوئی پری ہی لگ رہی تھی۔
ہوش میں تو وہ آصف کی آواز سے آیا۔
حبہ کو اپنے اوپر کسی کی نظروں
کی تپش محسوس ہوئی تو اس نے اوپر
دیکھا ولیم اسے ہی دیکھ رہا تھا۔
یہ مجھے کیوں گھور رہا ہے؟
حبہ نے خود ہی سوچا اور
پھر اپنی سوچ کی نفی کر دی۔
میرا وہی شاہد۔

”یایہ بھینگا ہے۔“

ارے دولہے راجا آپ بھی کچھ بولیں۔“

”یامنہ سیل کر کے آئے ہیں۔“

آصف نے حمود کو ہوش دلایا۔

”ٹھیک ہے۔ میں دیتا ہوں۔“

اس کے جواب پر آصف کا منہ

کھل گیا۔

وہ اتنی دیر کے بعد بولا بھی تو کیا۔

حیران تو رانیہ بھی ہوئی تھی۔

اسے تو وہ کنجوس سمجھتی تھی

اور اس نے ایک جٹھکے میں

اکیھ لاکھ نکال دیئے۔

اب تو میں اپنی دلہن کو لے کر جاسکتا”
ہوں نہ۔

اس نے پیسے ان کو دینے کے بعد پوچھا۔
”جی جی بالکل۔“

حبہ نے جواب دیا۔

کچھ دیر بعد رخصتی ہوئی۔

اور رانیہ حمود کی دلہن بن اس
کے گھر آگئی۔

کچھ رسموں کے بعد اسے حمود کے
کمرے میں بھیج دیا گیا۔

وہ کمرے میں آئی تو کمرہ کسی دلہن

کی طرح سجا ہوا تھا۔
کیا ان کارِ خستی کا پہلے سے پلان
تھا۔

وہ کمرے کی سجاوٹ دیکھ
یہی اندازہ لگا سکی۔
ایمی اسے بیڈ پر بٹھا کر جا چکی تھی۔

حمود ان سب سے جان چھڑوا کر
روم میں آیا۔

باہر ہی اس کی دونوں بہنیں کھڑی تھیں۔
”تم لوگ یہاں کیا کر رہی ہو۔“
اس نے پوچھا۔

”ہمیں ہمارا نیک دیں۔“

”ابھی لوٹنا باقی ہے مجھے۔“

حمود نے ایسی کی بات پر پوچھا۔

جی اگر اپنی دلہن کے پاس جانا چاہتے ہیں تو

”دینا پڑے گا۔“

مجھے نہیں پتہ تھا۔“

اپنی دلہن کے پاس جانے کے لیے

”اتنے جتن کرنے پڑیں گے۔“

اس نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور

پیسے انہیں دے دیئے۔

محبت زندگی میری

از قلم

عروبہ نازنین

Rania Hamood wedding night And Honeymoon special

حمود کمرے میں داخل ہوا تو



رانیہ ڈریسنگ کے سامنے کھڑی تھی۔

وہ اس کے قریب آیا اور اس کے پیچھے ہی

کھڑا ہو گیا

”مجھے تو لگا تھا میری دلہن میرا انتظار کر رہی ہو گی۔

اس کے قریب کھڑے ہونے پر رانیہ

کے دل کی ڈھڑکن بڑھی تھی۔

”آپ نے آج ہی رخصتی کیوں کروائی۔“

وہ ناراض ناراض سی تھی۔

رخصتی تو ہونی ہی تھی نہ آج۔“

ہو یا بعد میں کیا فرق پڑتا ہے۔

”اچھا چلیں اب ناراضگی ختم کریں۔

وہ کچھ نہ بولی۔



وہ اپنے ڈوپٹے کو اتارنے کی کوشش کر رہی

تھی۔

حمود نے ہاتھ بڑھا کر اس کے ڈوپٹے

سے پنز اتاریں۔

اور پھر اس کا رخ اپنی طرف کیا۔

اس نے رانیہ کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لیا۔

ان کو اپنے ہونٹوں سے چھوا۔

رانیہ نے گبھرا کر ہاتھ چھڑوانا چاہا۔

لیکن گرفت مضبوط تھی۔

اس کے ماتھے سے بندیا اور

جھومر اتارا۔

اس کے ماتھے پر اپنے لب رکھے۔

رانیہ نے نظریں جھکالیں۔

حمود نے باری باری اس کی

آنکھوں پر اپنے ہونٹ رکھے۔

اس نے آنکھیں بند کیں۔

اس نے اس کے کانوں کو جھمکوں

سے آزاد کیا اور اس کی کان کی لو کو باری باری

اپنے لمس سے معتبر کیا۔

رانیہ نے آنکھیں مزید زور سے بند کر لی۔

وہ اس سے گبھرا رہی تھی

حمود یہ بات جانتا تھا۔

وہ اس کی یہ گبھراہٹ ختم کرنا چاہتا تھا۔

اس نے اس کے دائیں گال رہونٹ رکھے۔

رانیہ نے اس کی شیروانی کو مٹھی میں جکڑ لیا۔

حمود نے اس کے بائیں گال پر اپنے ہونٹ رکھے۔

رانیہ کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا مشکل لگا۔

حمود نے اس کی کمر کے گرد اپنا بازو

جمائل کیا۔

اس کے ہونٹوں پر جھکا۔



اس کی سانسیں اپنی سانسوں سے الجھائیں۔

رانیہ کو لگا وہ ابھی گر جائے گی۔

اس نے حمود کے سینے پر ہاتھ

رکھ اس کو پیچھے کرنے کی کوشش کی۔

حمود نے اسے مزید خود میں بھینچ لیا۔

اور اس کے عمل میں بھی شدت آئی۔

جب کچھ دیر کے بعد وہ پیچھے ہوا

تو رانیہ کی سانس اکھڑ چکی تھی۔

اس نے اسے خود سے لگایا۔

اور اس کی کمر سہلانے لگا۔

کیا ہو گیا۔”

اتنی نازک ہیں آپ۔

”ابھی سے نڈھال ہو گئیں۔

پوری زندگی مجھے اور میری شدتوں کو اب آپ نے”

”ہی برداشت کرنا ہے۔

اس نے یہ کہہ کر اس کو باہوں میں اٹھایا۔

اور بیڈ کی طرف قدم بڑھائے۔

”مجھے چیئنج کرنا ہے۔“



اس نے بہانہ بنایا۔

”میں ہیلپ کرتا ہوں نہ۔“

اس نے اسے بیڈ پر بٹھایا

خود اس کی گود میں سر رکھا۔

رانیہ پہلے ہی اس کی بے باکیوں پر لال

ہو رہی تھی۔



اور اب تو مزید گبھراہٹ ہونے لگی تھی۔

حمود نے رانیہ کی طرف دیکھا۔

وہ اٹھا۔ اور اس کے قریب بیٹھ گیا۔

”نیہ۔“

حمود کی پکار پر نظریں اٹھا کر

اس کو دیکھا۔



میں چاہتا ہوں آج ہمارے درمیان ”

سارے فاصلے ختم ہو جائیں۔

”کیا مجھے اجازت ہے۔“

اس نے سر جھکا لیا۔

”اس خاموشی کا مطلب میں اقرار سمجھوں۔“

وہ کچھ نہ بولی۔

حمود نے رانیہ کو لٹایا۔

خود اس کے اوپر جھک گیا۔

اس کی شہ رگ پر اپنے لب رکھے۔

وہ کانپی۔

اس نے اس کی گردن میں اپنا منہ چپھایا۔

اور پوری گردن کو اپنے ہونٹوں سے چھونے لگا۔

رانیہ نے بیڈ شیٹ مٹھی میں جکڑی۔۔

جیسے جیسے رات گزر رہی تھی۔

حمود اس کو اپنی محبت کی بارش میں

بھیگا رہا تھا۔

اور وہ خود میں سمٹے جا رہی تھی۔



اگلی صبح جمود کی آنکھ کھلی

رانیہ اس کے سینے پر سر رکھ کر

بالکل کسی معصوم بچے کی طرح سو رہی تھی۔

وہ اسے دیکھے گیا۔

رانیہ کی آنکھ کھلی تو

حمود نے جھک کر اس کے ماتھے پر لب رکھے۔

”گڈ مارنگ میری جان۔“

”گڈ مارنگ“

رانیہ نے جمائی روکتے ہوئے جواب دیا۔

”کیا ہوا نیند نہیں پوری ہوئی کیا۔“

”سو نے کب دیا آپ نے۔“

”میں نے کیا کیا۔“



وہ انجان بنا۔

”آپ نے رات میں مجھ۔۔۔“

اپنی بات پر دھیان دیا

تو زبان دانتوں تلے دبا گئی۔

”کیا ہوارک کیوں گئیں۔“

حمود نے پوچھا۔

”آپ کو شرم نہیں آتی۔“

وہ اپنی جھنپ مٹانے کو بولی۔

نہیں۔ ”حمود نے ڈھیٹائی سے کہا۔“

”پر مجھے آتی ہے۔“

رانیہ نے جواب دیا۔

”ارے ایسے کیسے چلے گا میری جان۔“

وہ اس کی طرف جھکا۔

رانیہ بیڈ سے نیچے اتر گئی۔

اور واشر روم کی طرف بھاگی۔

♥♥ پیچھے حمود کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

رانیہ فریش ہو کر باہر آئی
تو حمود کمرے میں نہیں تھا۔
اس نے سکھ کا سانس لیا۔
وہ ڈریسنگ کے سامنے آئی۔

وہ اس وقت

ریڈ کلر کے سوٹ میں ملبوس تھی۔

مہندی اور چوڑیوں سے سجے ہاتھ

اور کانوں میں جھمکے جو اس کے
ہلنے پر لہرانے لگتے۔

بالوں کو کھلا چھوڑ رکھا تھا۔

اب وہ اپنے ہونٹوں کو لال رنگ
سے سجا رہی تھی۔

لائٹ سے میک اپ میں وہ بالکل
نئی نویلی کی طرح تیار تھی۔

حمود جب ڈریسنگ روم سے نکلا
تو اسے دیکھتا گیا۔

وہ اس کے قریب آیا۔

اس کے پیچھے کھڑا ہوا

اور اس کے گرد اپنا حصار بنایا۔

اس نے رانیہ کے گال کو لبوں سے چھوا۔

اس کے کندھے پر ٹھوڑی رکھی۔

رانیہ سانس تک روک گئی۔

اس کے گال پر گلال بکھر گیا۔

آنکھیں زور سے بند کیں۔

حمود نے اس کی حالت پر مسکراہٹ دبائی۔

”کیا ہو گیا۔“

”آپ ٹھیک ہیں نہ نیہ۔“

اس کے نیہ کہنے پر دل ایک سو بیس

کی سپیڈ پر ڈھڑکا۔

ایک تو وہ اس کے اتنا قریب کھڑا تھا۔

اور پھر اس کا طرزِ مخاطب۔

حمود نے اس کا رخ اپنی طرف کیا۔

”کیا ہو گیا میری جان۔“

حمود نے پوچھا۔

وہ اپنے لب کاٹنے لگی۔

ایک تو وہ اس کے اتنا قریب کھڑا تھا۔

اور پھر اس کا طرزِ مخاطب۔

حمود نے اس کا رخ اپنی طرف کیا۔

”کیا ہو گیا میری جان۔“

حمود نے پوچھا۔

وہ اپنے لب کاٹنے لگی۔

حمود نے اس کے لبوں کو اپنے انگوٹھے سے

چھڑوا دیا۔

”یہ حق صرف میرا ہے۔“

اس کی بات پر رانیہ سرخ پڑی۔

اب وہ اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔

رانیہ کی نظر خود پر پڑی تو

شرم سے ڈوب مرنے کو دل چاہا۔

اس کا ڈوپٹا غائب تھا۔

وہ وہاں سے ہٹی۔

اور بیڈ سے اپنا ڈوپٹا لیا۔

”میرے سامنے اس کی کیا ضرورت۔“

حمود نے اسے پھر سے چھیڑا۔

”ہمیں نیچے چلنا چاہیے۔“

”ایسے جائیں گی نیچے۔“

حمود نے اس کی بات پر پوچھا۔

”کیا ہوا۔“

رانیہ کو تعجب ہوا۔

وہ وہاں سے ہٹا

اور واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں

ہیئر ڈرائر تھا۔

”بال ڈرائے کریں پہلے۔“

”پھر نیچے چلتے ہیں۔“

میں نہیں چاہتا ہمارے درمیان ”

جو ہوا ہے۔

”وہ کسی کو پتہ چلے۔

اس کے لہجے میں شرارت تھی۔

وہ پھر سے سرخ پڑی۔

اس کے ہاتھ سے ڈرائیو لیا

اور بال ڈرائیو کرنے لگی۔

حمود کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

وہ دنوں نیچے آئے۔

سب سے مل کر رانیہ صوفے پر بیٹھ رہی۔

حمود بھی اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔

رانیہ وہاں سے اٹھنے ہی لگی تھی

جب حمود نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ

میں لیا۔

”کہاں جا رہی ہیں۔“

”جانِ حمود۔“

اس کی بات پر رانیہ نے اس کی طرف دیکھا۔

وہ بھی اسی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”میرا ہاتھ چھوڑیں نہ۔“

وہ روہانسی آواز میں بولی۔

”کیوں۔“

”وہ کوئی دیکھ لے گا۔“

”تو۔“

حمود نے ایک لفظی جواب دیا۔

تب ہی رانیہ کے گھر سے

ناشتہ آگیا۔

وہ سب ملے اور پھر تھوڑی دیر میں سب

ناشتہ کر کے فارغ ہوئے۔

رانیہ کے لیے ناشتہ اس کی کزنز لائیں
تھیں۔

ناشتے کے بعد وہ لوگ چلی گئیں۔

تو حمود کی امی نے ان دونوں

کو کمرے میں جا کر آرام کرنے کو کہا۔

جس پر حمود تو فوراً مان گیا۔

مگر رانیہ کو کل کی رات یاد آئی تو

اس نے انکار کر دیا۔

”میں یہیں ٹھیک ہوں۔“

رانیہ کی بات پر حمود نے اس کو گھورا۔

”نہ آپ تو کہہ رہی تھیں“

کہ آپ کے سر میں درد ہے۔

”تو آرام کر لیں۔

ارے ہاں میری جان جاؤ”

آرام کر لو۔

”سر کا درد زیادہ نہ ہو جائے۔

حمود کی بات پر خالہ جان

نے جواب دیا۔

”چلیں“

حمود نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

وہ بھی اٹھ گئی۔

کمرے میں آئے تو حمود کمرے میں

پہلے چلا گیا۔

رانیہ جیسے ہی اندر آئی۔
اور دروازہ بند کرنے لگی
حمود نے دونوں اطراف میں اپنے ہاتھ
رکھے۔

وہ مڑی تو وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔
”اوپر آنے کیلئے منع کیوں کر رہیں تھیں۔“
حمود نے پوچھا۔
”وہ مجھے آپ سے ڈر لگ رہا تھا۔“
”کیوں میں آدم خور ہوں۔“
حمود نے آبرو اچکائے۔
”نہیں وہ رات کی وجہ سے۔“
”کیوں رات کو کیا ہوا تھا۔“

حمود نے اپنی مسکراہٹ روکتے ہوئے پوچھا۔

رانیہ نے اسے دیکھا کم گھوراز یادہ۔

حمود نے جھک کر اس کی

آنکھوں پر ہونٹ رکھے۔

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

”کیوں اتنا شرماتی ہیں آپ۔“

”ایسے کیسے چلے گا۔“

وہ اسے ساتھ لے کر صوفے تک گیا۔

اور اس کو صوفے پر بٹھا کر

خود زمین پر بیٹھ گیا۔

اس کی گود میں سر رکھا۔

”وہ آپ اوپر بیٹھ جائیں نہ۔“

اسے اس کا اپنے قدموں میں بیٹھنا

اچھا نہیں لگا تھا۔

”میری جان مجھے سکون چاہیے۔“

اور اگر آپ اب کچھ بھی بولیں

تو میں دوسری طرح

”سکون لوں گا

”پھر آپ کو ہی مسئلہ ہونا ہے۔“

اس کی بات پر رانیہ چپ ہو گئی۔

وہ دونوں ڈنڈ کر کے رات کو کمرے میں آئے۔

تو رانیہ چینیج کرنے چلی گئی

واپس آئی تو ڈھیلے ڈھالے سے شرٹ

ٹراؤز میں ملبوس تھی۔
حمود بھی چیخ کر چکا تھا۔
وہ بیڈ پر بالکل کونے پر بیٹھی۔
حمود اس کی حرکت کو نوٹ کر چکا تھا۔
وہ بیڈ پر لیٹا تھا۔

اس نے اس کو اپنی طرف کھینچا۔
وہ اس کے سینے پر گری۔
میں نے آپ سے کہا تھا نہ ”
”کہ اب سے آپ یہیں پر سوئیں گی۔
”تو پھر یہ دوری کس لیے۔“
اس نے حمود کی طرف دیکھا۔
حمود نے اس کے ماتھے پر اپنے لب رکھے۔

”سو جائیں کچھ نہیں کر رہا۔“
وہ اسے سہمی ہر نی کی طرح دیکھ رہی تھی۔
اس لیے اس نے اسے سونے کا کہا
اور خود بھی سو گیا۔

حمود سورہا تھا۔
رانیہ جاگی تو اس نے
خود کو حمود کے حصار میں پایا۔
اس نے حمود کے حصار سے نکلنے کی کوشش
کی۔

حمود جو اس کے اٹھنے پر جاگ چکا تھا تھا۔
لیکن آنکھیں نہیں کھولیں۔

”حمود۔“

رانیہ نے اسے آواز دی۔

وہ بجائے جاگنے کے اس کے اور قریب

ہو گیا۔

”سوئے دیں نہ نیہ۔“

سوئی سوئی آواز میں جواب دیا۔

”آپ سوئے رہیں مجھے تو اٹھنے دیں۔“

”کیوں آپ نے اٹھ کر کیا کرنا ہے؟“

حمود نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”وہ مجھے فریش ہونا ہے۔“

”نماز کا ٹائم ختم ہو جائے گا۔“

”اچھا ٹھیک ہے۔“

رانیہ کو سکون محسوس ہوا۔
لیکن حمود کی اگلی بات پر
اس نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔
پہلے مجھے اچھے سے گڈ مارنگ و ش کریں۔“
”پھر چلی جائیے گا۔

”گڈ مارنگ۔“

رانیہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ایسے نہیں۔“

”تو پھر کیسے۔“

رانیہ نے حیرت سے پوچھا۔

حمود نے سرد آہ بھری اور کروٹ لی۔

اب سین کچھ یوں تھا۔

کہ رانیہ بیڈ پر تھی اور حمود اس کے اوپر۔

”کیا کر رہے ہیں آپ؟“

رانیہ نے سہم کر پوچھا۔

وہ جھکا اور اس کے گال پر اپنے ہونٹ رکھے۔

”گڈ مارنگ میری جان۔“

”ایسے وش کرتے ہیں مارنگ۔“

حمود نے کہا۔

”مجھ سے نہیں ہوتی ایسے۔“

وہ یہ کہہ کر اس کے حصار سے نکل گئی۔

عارف اپنے روم میں کام کر رہا تھا۔

دروازے کی آواز پر اس نے اوپر دیکھا۔

”امی آپ۔“

اس نے اپنی ماں کو دیکھ کر کہا۔

”اندر آئیں نہ پلیز۔“

اس نے اپنا لپ ٹاپ سائید پر کیا۔

وہ اس کے ساتھ آکر بیٹھیں۔

”بیٹا میں چاہتی ہوں تم شادی کر لو۔“

”کس سے؟“

”آمنہ سے۔“

امی لیکن میں شبانہ کو پسند کرتا ہوں۔“

”شادی بھی ان سے ہی کرنا چاہتا ہوں۔“

اچھا چلو اگر تم اس سے شادی کرنا چاہتے ہو۔“

”تو مجھے کیا مسئلہ ہے۔ میں رشتہ لے جاؤں گی۔“

عارف کی بات سن اس کی امی نے جواب دیا۔
”تھینک یوامی۔۔“

عارف نے اپنی ماں کا ماتھا چوما۔
اور وہ وہاں سے چلی گئیں۔

آج حمود اور رانیہ کا ولیمہ تھا۔
رانیہ کو بیوٹیشن تیار کرنے گھر آئی تھی۔
حمود کمرے میں آیا تو اس نے رانیہ کو دیکھا۔
وہ اس سے نظریں نہ ہٹا سکا۔
بیوٹیشن اس کا ڈوپٹا سیٹ کر رہی تھی۔
”آپ رہنے دیں اسے جائیں۔“
حمود نے اسے جانے کو کہا۔

”جی بہتر۔“

وہ چلی گئی۔

”کیسی لگ رہی ہوں میں؟“

رانیہ نے پوچھا۔

”بالکل میری لگ رہیں ہیں۔“

رانیہ نے نظریں جھکائیں۔

حمود نے اس کا ڈوپٹا لیا۔ اور اسے اس کے سر پر

سیٹ کرنے لگا۔

ویسے آپ کیسی لگ رہی ہیں۔“

یہ میں آپ کو رات کو تفصیل سے بتاؤں گا۔

”ابھی چلتے ہیں سب انتظار کر رہے ہیں۔

وہ اس کا ڈوپٹا سیٹ کر چکا تھا۔

وہ اسے لیے گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

وہ لوگ ہال میں پہنچے۔

تو سب لوگ وہاں پہلے سے موجود تھے۔

وہ دونوں ساتھ چل کر سیٹیج تک گئے۔

حمود نے رانیہ کو سیٹیج پر چڑھنے میں مدد دی۔

ان دونوں کو بیٹھے ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی۔

جب رانیہ کی آواز آئی۔

”مجھے بھوک لگی ہے۔“

حمود نے اس کی طرف دیکھ

اپنی مسکراہٹ دبائی۔

”لیکن آپ تو دلہن ہیں نہ۔“

”ہاں تو دلہنوں کو بھوک نہیں لگتی کیا۔“

رانیہ حمود کی بات پر بولی۔

”لگتی ہوگی لیکن دلہن کھانا تو نہیں کھاتی نہ۔“

حمود نے بتایا۔

”اور یہ شو شا کس نے چھوڑا؟“

رانیہ تپ کر بولی۔

”اچھا اچھا میں منگواتا ہوں۔“

اس نے کھانا منگوا دیا۔

رانیہ کھانا کھا رہی تھی جب اسے حمود کی آواز

آئی۔

کھانا کھالیں اچھی طرح۔ بہت ضرورت ہے۔“

آپ کو اسکی۔

”بعد میں مجھ سے شکایت مت کیجئے گا۔
حمود نے اس کے کان میں شر گوشتی کی۔
رانیہ اس کی بات پر پہلے تو گبھرائی لیکن بعد میں
سنجھل گئی۔

اب وہ کھانا کھانے میں مصروف تھی اور
حمود اسے دیکھنے میں۔

آپ اپنے لیے الگ کھانا ڈال لیں۔“
”میرے کھانے پر کیوں نظر رکھ رہے ہیں۔
رانیہ نے اسے اپنی طرف دیکھتے پا
کر کہا۔

لیکن میں آپ کو دیکھ رہا ہوں“
”کھانے کو نہیں۔

تو کیا کھانے کی بجائے ”

”مجھے کھانے کا ارادہ ہے؟

”ہاں ہے تو پراکیلے میں۔“

اس نے رانیہ کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔

رانیہ اس کے بعد چپ چاپ کھانا کھایا۔

رانیہ ولیمے کے بعد روم میں آئی۔

حمود پہلے سے وہاں موجود تھا۔

وہ ڈریسنگ کے سامنے آئی۔

اپنی جیولری اتارنے لگی تھی کہ

حمود نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

”کیا کر رہی ہیں؟“

”میں چیلنج کر۔۔۔۔“

ابھی اس کی بات مکمل نہیں ہوئی تھی
کہ حمود نے اسے باہوں میں بھر لیا۔

”کیا کر رہے ہیں آپ؟“

رانیہ اس آفتاد پر بوکھلائی۔

”آپ کی تعریف کرنی ہے نہ۔“

حمود نے اسے بیڈ پر لٹایا۔

”پر میں نے چیلنج کرنا ہے۔“

”تو میری جان میں مدد کرتا ہوں نہ۔“

یہ کہہ کر اس نے اس کا ڈوپٹا اتارا

اور لائٹ بند کر کے اس پر جھک گیا۔

اب رانیہ بیچاری اس کی منمائیاں

برداشت کرنے پر مجبور تھی۔
اور وہ اسے اپنی حرکتوں سے شرمانے
پر مجبور کر رہا تھا۔

حمود اور رانیہ آج رانیہ کی طرف آئے تھے۔
”السلام علیکم۔“
انہوں نے وہاں پہنچ کر سلام کیا۔
”وعلیکم السلام۔“
”کیسے ہو؟“

رانیہ کی امی نے ان کے سلام کا جواب دیا۔
وہ دونوں مسٹر حیدر کو ملے۔
”بیٹھو بیٹا۔“

مسز حیدر نے انھیں بیٹھنے کو کہا۔

حمود اور رانیہ کھانا کھا کر رانیہ کے کمرے



آگئے تھے۔

”آج میں یہیں رہ جاؤں۔“

رانیہ نے حمود سے پوچھا۔

”بالکل بھی نہیں۔“

”آپ پورا دن یہاں گزار سکتی ہیں۔ رات نہیں۔“

”وہ کیوں؟“

رانیہ نے پوچھا۔

”کیا سب کچھ میں ہی بتاؤں؟“

”کچھ خود سے بھی سمجھ لیا کریں۔“

”لیکن سمجھنا کیا ہے حمود۔“

رانیہ کو اب بھی سمجھ نہیں آئی۔

”ارے اتنے پیار سے تو مت بلائیں مجھے۔“

کیوں“ رانیہ نے پوچھا۔“
Zubi Novels Zone

پیار آتا ہے آپ پر۔ آپ کو“

”ہی شکایت ہوگی پھر۔“

حمود نے جواب دیا۔

”کیوں ایسا کیا کریں گے آپ کہ“

”مجھے شکایت ہوگی؟“

اس کی آنکھوں میں شرارت تھی۔

وہ اس وقت دیوار کے قریب کھڑی تھی۔

حمود اس کے قریب آیا اور

اسے پکڑ لیا۔

رانیہ نے بھاگنے کی کوشش کی

لیکن خود تب تک اسے اپنے حصار میں

لے چکا تھا۔

اس نے اس کی قمر کے گرد اپنا بازو حائل کیا

اور اس اپنے مزید قریب کیا۔

”تو کیا کہہ رہیں تھیں آپ؟“

حمود نے اس سے پوچھا۔

”کچھ بھی تو نہیں۔“

رانیہ سے بولنا مشکل ہوا۔

”لیکن میں نے تو کچھ سنا ہے۔“

”اچھا کیا؟“

وہ اس کے حصار سے نکلنے کی کوشش کرتے ہوئے

بولی۔

حمود اس کے ہونٹوں پر جھکا اور

اس کی سانسوں پر قابض ہوا۔

رانیہ بیچاری تو اس کی یہ حرکت

جھیلے سرخ پڑ رہی تھی۔

اس نے حمود کو پیچھے کرنے کی کوشش کی۔

حمود پیچھے ہوا تو رانیہ کا چہرہ سرخ تھا

نظریں جھکی ہوئیں۔

”کیا ہوا؟“

حمود نے اس کا سرخ چہرہ دیکھ کر پوچھا۔

”مجھے آپ سے بات نہیں کرنی۔“

یہ کہہ کر رانیہ وہاں سے جانے لگی کہ

حمود نے اسے پیچھے سے اپنے حصار میں لیا۔

اس کے کندھے پر اپنی ٹھوڑی رکھی۔



”کیا ہو گیا میری جان؟“

”آپ بہت برے ہیں۔“

وہ منہ بسور کر بولی۔

اب جیسا بھی ہوں آپ کا ہوں۔”

”جھیلنا بھی آپ نے ہی ہے۔

اس نے اس کے کان میں شرگوشتی کی۔

اس کی بات پر رانیہ کے ہونٹ مسکراہٹ

میں ڈھلے۔

”اچھا چلیں اب ناراضگی چھوڑیں۔”

اب چلتے ہیں کافی دیر ہو گئی ہے۔”

”ٹھیک ہے۔

وہ دونوں اپنے گھر کے لیے روانہ ہو گئے۔



اگلی صبح انھیں ہنی مون کے لیے نکلنا تھا۔

وہ دونوں صبح ہی نکل گئے تھے۔

انہیں نارڈن ایریاز کے لئے نکلنا تھا۔

گاڑی میں رانیہ تو حمود کے کندھے پر سر رکھ کر

سو چکی۔

حمود نے ایک بازو اس کے گرد پھیلا رکھا تھا۔

دوسرے سے گاڑی چلا رہا تھا۔

وہ لوگ وہاں پہنچے تو حنود رانیہ کو

گود میں اٹھا کر ہی اندر لے گیا۔

وہ اس کی نیند خراب نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اندر لا کر اسے لٹایا۔

اور خود فریش ہونے چلا گیا۔

رانیہ کی آنکھ کھلی تو

اس نے ٹائم دیکھا۔

شام کے سات بج رہے تھے۔

وہ فریش ہو کر کچن میں آئی

تو حمود وہاں پہلے سے موجود تھا۔

”آپ نے مجھے اٹھایا کیوں نہیں؟“

رانیہ نے پوچھا۔

بس میں آپ کی نیند خراب نہیں کرنا چاہتا تھا۔”

”کھانا بن گیا ہے آپ کھالیں۔

”آپ نے بنایا ہے۔”



”جی میری جان۔”

”مجھے اٹھا لیتے۔”

”اب اٹھا لیتا ہوں۔”

یہ کہتے ہی اس نے رانیہ کو باہوں میں

اٹھالیا۔

”کیا کر رہے ہیں آپ؟“

”رومینس میری جان۔“

وہ خود کرسی پر بیٹھا اور اسے

اپنی گود میں بٹھالیا۔

”کیا کر رہے ہیں آپ چھوڑیں مجھے۔“

”کھانا نہیں کھانا ہے کیا۔“

”کھانا ہے۔“

حمود کی بات پر رانیہ نے جواب دیا۔

”تو چپ کر کے بیٹھ جائیں۔“

ورنہ میں اپنے طریقے سے چپ کرانا ہے۔“

“جو آپ کو اچھا نہیں لگے گا۔

وہ بھی چپ ہو گئی۔

جانتی تھی اس کا طریقہ کیا ہو گا۔



اب حمود خود بھی کھانا

کھا رہا تھا ساتھ اسے بھی کھلا رہا تھا۔

وہ دونوں کھانا کھا کر کمرے میں سونے چلے گئے۔

رانیہ چلیج کر کے آئی

تو حمود اس کا انتظار کر رہا تھا۔

رانیہ بیڈ سی تھوڑی دور کھڑی ہو گئی۔

”سونا نہیں ہے۔“

حمود نے اسے کھڑا دیکھ کر پوچھا۔

”سونا ہے اس لیے تو یہاں کھڑی ہوں۔“

اس کے خیال میں وہ دل میں بولی تھی پر وہ

اونچا بول چکی تھی۔

اچھا کچھ نہیں کرتا میں سو جائیں”

”آکر۔“

حمود اس کی بات پر مسکرا ہٹ روک کر بولا۔

وہ بھی بیڈ پر آگئی۔

حمود نے اس کا سر اپنے سینے پر رکھا اور

بولا۔

آج کی رات جتنا سونا ہے سو لیں ”

”کل سے جگانے کا ارادہ ہے آپ کو۔

آج ایبی کی پھپھوان کے گھر

عارف کا رشتہ لے کر آئیں تھیں۔

وہ مسز حیدر سے باتوں میں مصروف تھیں۔

ایبی ان کی لیے چائے بنا کر لائی۔

وہ انھیں چائے سرو کر رہی تھی۔

جب اس کی پھپھو نے کہا۔

پھر آپ سوچئے گا ضرور اس ”

“ بارے میں۔

رشتے کی بات وہ پہلے ہی کر چکی تھیں۔

“جی جی کیوں نہیں۔”

میں تو خود کہتی ہوں بڑے بچوں کی شادی ”

“پہلے ہونی چاہئے۔

جی جی اس لیے تو میں عارف کی شادی ”

” کا سوچ رہی ہوں۔

پھپھو نے مسز حیدر کی بات کا جواب

دیتے ہوئے کہا۔

ایمی کو لگا اس کے اور عارف کے رشتے کی

بات ہو رہی ہے۔

اس کے حلق میں کانٹے چبھنے لگے۔

اسے وہاں بیٹھنا مشکل لگ رہا تھا۔

اس لیے وہ وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔



”کیا ہوا؟“

وہ کمرے میں آئی تو شبی اس کی حالت

دیکھ اس سے پوچھ بیٹھی۔

کچھ نہیں میرے سر میں درد ہے۔

”میں آرام کرنا چاہتی ہوں۔

یہ کہہ کر وہ لیٹ گئی۔

شبھی بھی کمرے سے باہر چلی گئی۔

مسز حیدر نے حمود کو فون کر کے

عارف کے رشتے کی بابت پوچھا۔

تو اس نے شبانہ سے پوچھ کر

بات آگے بڑھانے کو کہا۔
Zubi Novels Zone

مسز حیدر نے شبانہ سے اس بارے میں پوچھا

تو وہ تھوڑی حیران ہوئی تھی۔

اسے ایسی سے پتہ چلا کہ عارف کا

رشتہ اس کے لیے آیا ہے۔

تو پھر اس کی ماں اس سے کیوں پوچھ رہی

تھی۔ اس نے بھی کہہ دیا کہ وہ لوگ ہاں کر دیں۔

آج حمود اور رانیہ دنڑ پر آئے تھے۔

دونوں نے سیاہ رنگ کا لباس پہن رکھا تھا۔

رانیہ جیسے ہی گاڑی سے اترنے لگی

تو حمود نے اس کا ہاتھ پکڑ کر روک لیا۔

رانیہ نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

وہ اتر اور خود اس کے لیے دروازہ کھولا۔

اس نے رانیہ کے آگے اپنی ہتھیلی پھیلائی۔

رانیہ نے اپنا نازک ہاتھ اس کی چوڑی ہتھیلی

میں دیا۔

وہ باہر نکلی تو سامنے کا منظر دیکھ اسے

سرا ہے بغیر نہ رہ سکی۔

سامنے کھلا میدان تھا۔

مصنوعی چھت اور پلر لگا کر شیڈ بنا ہوا

تھا۔

اور پلرز پر پھول لگے تھے۔

اس کے پیچھے ہی ایک فارم ہاؤس بنا تھا۔

”یہ سب آپ نے میرے لیے کیا؟“

رانیہ نے حیرت سے پوچھا۔

”نہیں آپ کے لیے کہاں یہ سب تو“

”نے راتمہ کے لیے کیا ہے۔

حمود نے اسے تنگ کرنا چاہا۔

”یہ چڑھیل کون ہے؟“

رانیہ کمر پر ہاتھ رکھتے ہوئے غصے سے بولی۔

وہ اسے تپانا چاہتا تھا اور وہ

تپ رہی تھی۔

”میری سابقہ محبوبہ۔“

اس نے رانیہ کو مزید چڑھایا۔

اور وہ چڑھ بھی گئی۔

ٹھیک ہے پھر اسی کو بلا لیں۔“

”میں جا رہی ہوں۔“

”اچھا سنیں تو۔“

وہ مڑی۔

اسے لگا وہ اسے منائے گا۔

سچ میں اس کو بلا لوں نہ ”

”آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہے نہ۔“

”بلا لیں۔“

وہ بھی منہ بسور کر بولی۔

حمود اس کے پیچھے ہنستے ہوئے لپکا۔

اسے پیچھے سے اپنے حصار میں لیا۔

”سوری جانِ حمود۔“

وہ اس کے گال پر لب رکھتے ہوئے بولا۔

اس نے رانیہ کا رخ اپنی طرف کیا۔

اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

ارے ارے کیا ہو گیا یار نہیہ میں ”

”مزاق کر رہا تھا۔ آپ روکیوں رہی ہیں؟

وہ اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے بولا۔

”میں ڈر گئی تھی۔“

وہ سو سو کرتے ہوئے بولی۔

”کیوں؟“

”مجھے لگا آپ سچ میں اسے بلا لیں گے۔“

”اچھا۔ ویسے میں کہتا ہوں آپ کو؟“

اس نے رانیہ سے پوچھا۔

”میری جان۔“

آنسو صاف کرتے جواب دیا۔

”صرف کہتا نہیں مانتا بھی ہوں۔“

آپ میری جان ہیں نیہ اور اگر جان جسم سے جدا ہو جائے تو انسان ”
میں کچھ نہیں بچتا۔ آپ میری رگوں میں خون بن کر دوڑتی
ہیں۔ میرے دل میں ڈھڑکن بن کر بستی ہیں۔“

میرے وجود میں روح کی طرح سمائی ہیں۔ جب سے آپ کو چاہا ہے ”
میں تو کہیں بھی نہیں ہوں بس آپ ہی آپ ہیں۔ اگر میں خود میں سے
آپ کو نکال دوں تو میرے اندر کچھ نہیں بچتا۔ میری جان۔ آپ میرا
ع۔ ش۔ ق ہیں نیہ۔ آپ نے ایسا سوچا بھی کیسے کہ میں آپ کی جگہ کسی
“اور کو دوں گا۔“

وہ اس کے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں لیے اظہار کر رہا تھا۔

رانیہ تو بس اسے دیکھے جا رہی تھی۔ اس نے رانیہ کے ماتھے پر ہونٹ رکھے۔ تو وہ اس کے سینے سے لگی۔

حمود نے اس کے گرد اپنا حصار بنایا۔

”مجھے نہیں پتہ تھا مسٹر کھڑوس مجھ سے اتنی محبت کرے ہیں۔“

”ابھی تو صرف الفاظ میں بتایا۔ عملی ثبوت دینا باقی ہے میری جان۔“

اس نے اسے باہوں میں اٹھایا اور گھمانے لگا۔

اب حمود اسے ہوا میں گمھار ہاتھ اور فضا میں رانیہ کی کھلکھلاہٹیں گونج رہی تھیں۔

ان دونوں نے ڈنڑ کیا اور فارم ہاؤس کے اندر آ گئے۔

رانیہ فارم ہاؤس کو مہبوت سی دیکھی گئی۔

ہر طرف پھول تھے۔

حمود اس کے عین پیچھے کھڑا تھا۔

اس نے رانیہ کے شانے پر ٹھوڑی ٹکائی۔

”کیسا لگا سر پرائیز؟“

”بہت اچھا۔“

”ہاں لیکن اب جو میں کروں گا وہ شاہد آپ کو اچھا نہ لگے۔“

کیا مطلب؟“ رانیہ کنفیوز ہوئی۔“

”مطلب یہ کہ“

اس نے بات پوری کیے بغیر اسے باہوں میں اٹھایا۔

آہ۔ ”رانیہ کی چینخ بے ساختہ تھی۔“

اس نے اسے بیڈ پر لٹایا۔

اور خود اس کے اوپر جھکا۔

”آج آپ کو جگانے کا ارادہ ہے جناب۔“

وہ اس کا ڈوپٹا اتارتے ہوئے بولا۔

وہ اس پر جھکا۔

اس کے ماتھے پر اپنے ہونٹ رکھے۔

اس کی آنکھوں کو لبوں سے چھوا۔

رانیہ کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔۔

اس کی ناک پر ہونٹ رکھے۔

دونوں گالوں کو چھوا

وہ اس کے ہونٹوں پر جھکا

اس کی سانسیں خود میں الجھائیں۔

تو وہ شرم کر اسی

کے سینے میں پناہ تلاش کرنے لگی۔

”نہ میری جان آج فرار کی کوشش بے کار ہے۔“

پوری طرح آپ کو اپنے رنگ میں”

”رنگنے کا ارادہ ہے۔

یہ کہہ کر وہ اس کی گردن پر جھکا۔

وہ اب اس کے کان میں پیار بھری سرگوشیاں

کر رہا تھا اور وہ خود میں سمٹ رہی تھی۔

جیسے جیسے رات گزر رہی تھی۔ اس

کی شدتوں میں اضافہ ہو رہا تھا۔

اب رانیہ نے بھی مزاحمت ترک کرتے اپنی

بائیں اسکے گلے میں ڈال دیں۔

حمود اس کی خود سپردگی پر مسکرایا۔



اگلی صبح حمود اٹھا تو رانیہ اس کے

سینے پر سر رکھ کر سو رہی تھی۔

”میری جان اٹھ جائیں صبح ہو گئی ہے۔“

اس کے ماتھے پر ہونٹ رکھتے اس نے اسے آواز دی۔

وہ مزید اس کے اندر گھسی۔

”سوئے دیں نہ پلیز۔“

ساری رات سو کر نیند پوری نہیں ہوئی کیا۔

اس نے اسے اٹھانے لے لیے کیا تھا۔

اس نے آنکھیں کھولیں۔

”ساری رات میں کب سوئی۔“

اس نے منہ بسورا۔

”ارے میری جان سویا تو میں بھی نہیں نہ۔“

”ہاں تو یہ آپ کی غلطی ہے۔“

آپ خود ہی نہیں سوئے اس میں۔“

”میری کیا غلطی۔

غلطی تو آپ کی ہی ہے نہ آپ”

”اتنی خوبصورت نہ ہوتیں تو سو جاتا نہ میں۔

”اچھا اب اٹھنے دیں مجھے۔“

”ارے ارے کیوں میری جان۔“

اس نے اسکی کمر میں ہاتھ ڈالا۔

وہ اس کے اوپر آگری۔

رانیہ نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر

فاصلہ قائم کیا۔



میری جان یہ فاصلے کس لیے اب۔”

”کل رات سارے فاصلے مٹ چکے ہیں ہمارے درمیان۔

”جمود۔۔۔۔۔“

اس نے اس کے سینے پر سر رکھا۔

حمود ہنسا۔

ارے میری جان کب تک یوں شرمائیں گی مجھ ”

”سے۔ اگر شرماتی رہیں تو ہمارے بچے کیسے ہوں گے۔

اس نے اس کے گال پر لب رکھے۔

پلیز مت کریں نہ ”

آگے ہی ساری رات آپ نے سونا نہیں دیا۔

”اب پھر سے شروع ہو گئے۔

”اچھا اچھا نہیں کر رہا کچھ۔”

ZNZ
Zubi Novels Zone

وہ بھی جان بخشی ہونے ہر وہاں سے بھاگی

حمود اور رانیہ ہفتہ بعد آج گھر واپس آئے تھے۔

رانیہ حمود کی سنگت میں مزید حسین ہو چکی تھی۔۔ اور یہ بات سب نے
ہی نوٹ کی تھی

وہ ابھی سب گھر والوں سے مل کر اپنے کمرے

میں آرام کی غرض سے آئے تھے۔

”نہ آپ تو پہلے سے کافی زیادہ“

”خوبصورت ہو گئی ہیں۔ آخر راز کیا ہے جناب؟“

”میں تو پہلے بھی خوبصورت تھی۔“

”اچھا جی۔“

حمود نے اس کے گرد حصار بناتے کہا۔

”اچھا مجھے سونا ہے پیچھے ہٹیں۔“

”کتنی نیند آتی ہے میری جان آپ کو۔“

”آپ سونے کب دیتے ہیں؟“

رانیہ بڑ بڑائی۔

”میں نہیں سونے دیتا۔“

حمود نے پوچھا۔

”جی۔“

”اچھا۔“

اس نے اسے گد گدی کی تو رانیہ ہنسنے لگی۔

”حمود چھوڑیں نہ پلیز۔“

وہ ہنستے ہوئے بولی۔

حمود نے اسے چھوڑ دیا۔



”آئی لو یہ میری جان۔“

اس نے اس کے گال پر لب رکھے۔

”مجھے سونا ہے۔“

وہ منمنائی۔

سو جائیں۔ کل ویسے بھی ہمیں شبی کی منگنی ”

“y کی شاپنگ کرنے جانا ہے۔

وہ دونوں سونے کے لیے لیٹ گئے۔

اگلے دن وہ لوگ شاپنگ کرنے گئے۔

حمود اور رانیہ وہاں کھڑے کپڑے دیکھ رہے

تھے۔

جب حمود کو کسی کی آواز سنائی دی۔



”ہائے حمود۔“

اس نے مڑ کر دیکھا تو رائتمہ اسے

بلارہی تھی۔

”کیسے ہو؟“

اس نے مزید پوچھا۔

”یہ کون ہے؟“

رانیہ نے حمود کی آستین کھینچتے ہوئے پوچھا۔

”کوئی نہیں۔“

حمود نے اسے جواب دیا۔

اور وہاں سے رانیہ کو لے کر جانے لگا۔

جب رات تمہ پھر سے بولی۔

”ارے حمود اپنی بیوی سے نہیں ملو اوگے۔“

اسے پتا چل چکا تھا کہ حمود نے شادی کر لی ہے۔

”ارے تو کوئی بات نہیں میں خود مل لیتی ہوں۔“

اس سے پہلے حمود کوئی جواب دیتا۔

رانیہ بول پڑی۔

اس نے ہاتھ آگے کیا۔ تو رائمہ نے ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھا۔

رانیہ نے اس کا ہاتھ غور سے دیکھا اور

بولی۔

”ارے بہن تمہارے ہاتھ تو بڑے مردانہ ہیں۔“

واٹ؟“ رائمہ چینیخی۔“

”ہاں کوئی لوشن یوز نہیں کرتی۔“

”بڑے روکھے ہیں۔“

میں تو کہتی ہوں میری طرح اپنے ہاتھوں



”کا خیال رکھا کرو

کہیں ایسا نہ ہو کل کو تمہارا شوہر تمہارا ہاتھ

”نہ پکڑے۔ پہلے ہی بتائے دے رہی ہوں۔“

”پھر نہ کہنا خبر نہ ہوئی۔“

”اگر نہیں ہے تو بتا دو میں دے دوں گی۔“

اس نے رائے کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

”چلیں حمود۔“

وہ حمود سے مخاطب ہوئی۔ جس کا

چہرہ ہنسی روکنے کے چکر میں لال ہو رہا تھا۔

رانیہ نے اس کے بازو میں ہاتھ ڈالا۔

اور اسے ل کر وہاں سے چلی۔

جبکہ رائمہ کامنہ اس کی باتوں پر کھلا کا

کھلا رہ گیا۔

وہ پاؤں پیچ کر وہاں سے چلی گئی۔

رانیہ اور حمود کی شاپنگ ہو چکی تھی۔

وہ گاڑی کی طرف بڑھ رہے تھے۔

حمود کی کال آئی تو وہ

سننے کے لیے سائیڈ پر ہو گیا۔

”ویسے شاہد تم مجھے جانتی نہیں ہو؟“

اس نے آواز پر مڑ کر دیکھا تو

رائمہ پیچھے کھڑی تھی۔

حمود نے رانیہ کو اپنے اور رائمہ

کے بارے میں سب بتا دیا تھا۔

”بہت اچھی طرح جانتی ہوں میں تمہیں۔“

رانیہ نے ماتھے پر بل ڈالتے ہوئے کہا۔

”کیا مطلب کیا جانتی ہو میرے بارے میں۔“

یہی کہ تم ہی وہ چڑھیل ہو جو میرے ”

” شوہر کو کچھ عرصہ پہلے چمٹی تھی۔

وہ اس کا مذاق اڑاتے ہوئے بولی۔



تو پھر یہ بھی جانتی ہو گی کہ ”

” تمہارا شوہر مجھ پر دل و جان سے فدا تھا۔

کوئی نہیں انسان سے کبھی کبھار غلطی ”

”ہو جاتی ہے۔

وہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔

یو۔۔۔ ”اس سے پہلے وہ بات مکمل کرتی ”



رانیہ بول پڑی۔

اے زیادہ انگرہزی جھاڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ”

میں اگر اپنی پہ آئی تو تیرا وہ حال کروں گی

کہ میرے شوہر پر تو کیا کسی پر بھی ڈورے

”ڈالنے کہ قابل نہیں رہے گی۔

وہ کسی غنڈی کی طرح بولی۔

”ایک نہ ایک دن تو وہ میرے پاس ہی آئے گا۔“

رائمہ اس سے خوفزدہ ضرور ہوئی تھی۔

لیکن ہمت دکھاتے ہوئے بولی۔

”ہاں ہاں جا بہت دیکھی ہیں تجھ جیسی۔“

رانیہ بھی چپ رہنے والوں میں سے کہاں تھی۔

رائمہ چلی گئی۔

حمود کال سن کر واپس آیا تو وہ دونوں گاڑی

کی طرف بڑھ گئے۔

آج عارف اور شہی کا نکاح تھا۔

رانیہ ایبی کے روم میں آئی تو وہ اداس بیٹھی تھی۔

”بہن تجھے کیا ہوا کیوں منہ سُجایا ہوا ہے؟“

وہ ایبی کے اداس چہرے کو دیکھ کر بولی۔

”یار تم جانتی ہو نہ میں عاطف کو کتنا پسند کرتی ہوں۔“

”ہاں تو اس میں اداس ہونے کی کیا بات ہے؟“

یار آج میرا نکاح ہے۔ میں عاطف سے پیار کرتی ہوں۔“

عارف بھائی سے کیسے نکاح کروں۔ جس سے پیار

کرتی ہوں اسی کے گھر میں اس کی بھابھی بن کر کیسے رہوں گی۔



“آہیں یہ کب ہوا؟“

تمہیں نہیں پتہ میں منع بھی کر دیتی پر عاطف۔“

مجھے پسند نہیں کرتے۔ اگر ایسا کچھ بھی ہوتا

لیکن امی تو کہہ رہی تھیں کہ بڑے بچوں کی شادی ”

” پہلے ہونی چاہیے۔ میں نے خود سنا تھا۔

ایمی ابھی بھی بے یقین تھی۔

”ہاں تو عارف بھائی بڑے ہی تو ہیں۔“

”اور شبی کو بھی نہیں پتہ کیا؟“

رانیہ نے حیران ہوتے پوچھا۔

ایکبی نے نفی میں سر ہلایا۔

وہ دونوں شبی کے روم میں پہنچیں تو وہ بھی

حیران کھڑی اپنے سامنے بکھری چیزوں کو دیکھ رہی تھی۔

جو اسے تھوڑی دیر پہلے اس کی ماں اسے

دے کر گئی تھی کہ وہ تیار ہو جائے۔

”تم تیار نہیں ہوئی ابھی تک؟“

رانیہ نے پوچھا

”منگنی ایبی کی ہے میری تھوڑی۔“

”منگنی تمھاری ہے۔“

The logo for Zubi Novels Zone is centered in the background. It features the letters 'ZNL' in a stylized, bold, blue font. Below the letters, the words 'Zubi Novels Zone' are written in a smaller, blue, sans-serif font. The entire logo is enclosed within a light blue, rounded rectangular border.

ایبی نے اس کے سر پر بم پھوڑا۔

”میری کیسے ہو سکتی ہے؟“

شبی ابھی بھی حیران تھی۔

”جیسے باقی سب کی ہوتی ہے ویسے ہی۔“

رانیہ نے اس کے سوال کا جواب دیا۔

پھر ان دونوں نے اسے ساری بات بتائی۔

”میں نہیں کر رہی کوئی منگنی ونگنی۔“

وہ منہ پھلا کر بولی۔

”کیوں نہیں کرنی منگنی؟“

جواب ان دونوں کی بجائے عارف نے دیا۔

وہ باہر سے گزر رہا تھا

جب شبی کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

منگنی کی تقریب جمود کے گھر ہی تھی۔

وہ لوگ ابھی پہنچے تھے۔

”میں ان سے بات کرنا چاہتا ہوں۔“

”جی عارف بھائی کر لیں۔“

رانیہ کہہ کر ایچی کو لے کر باہر چلی

گئی۔



”جی تو انکار کی وجہ جان سکتا ہوں میں۔“

اس نے سینے پر ہاتھ باندھتے شہی سے پوچھا۔

”میں آپ سے منگنی نہیں نہ کر سکتی۔“

وہ انگلیاں مڑورتے ہوئے بولی۔



Zubi Novels Zone

”تو نکاح کر لیتے ہیں۔“

اس نے اس کے مسئلے کا حل تلاش کیا۔

”جی۔“

شبى حىرانكى سى بولى۔

كىوں نىهى كرنى منكنى،“۔ وه چلتى هوى اس كى قرىب كىا۔”

اور اس سى دو قدم كى فاصلى پر كھڑا هوكىا۔

“مجبى آپ پسند نىهى۔”

Zubi Novels Zone

“كوئى بات نىهى آپ پسند هى مجھ سى۔”

عارف نى جواب دىا۔

”آپ اتنے بڑے ہیں مجھ سے۔“

”تو میں زیادہ پیار کر لوں گا نہ۔“

فوراً جواب آیا۔

”آپ کو شرم نہیں آتی؟“

وہ آپ کر لیجئے گا۔ میں بے شرم ہی ٹھیک ہوں۔“

اور ہاں اب نکاح کی تیاری کریں۔

”میں مزید وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔

اور اگر نہ مانیں آپ پیار سے تو زبردستی کرنی”

”پڑے گی مجھے۔ شاہد بندوق کی نوک پر نکاح کرانا پڑے۔



وہ اسے حکم سنا کر چلا گیا۔

ایک اور رانیہ نے اسے کسی طرح منالیا تھا۔

نکاح تو ہو گیا۔

لیکن شبی باہر جانے سے گبھرا رہی تھی۔

وہ دونوں کب سے اسے منانے کی کوشش کر رہی تھیں۔

لیکن وہ تھی مان کر نہیں دے رہی تھی۔

”یار مسئلہ آخر تمہیں؟“

”یہ نخرے نہ تم عارف بھائی کو دکھانا۔“

آخر رانیہ اس کی ایک ہی تکرار پر تنگ آ کر بولی۔

وہ بیڈ پر کھڑی تھی۔

رانیہ نے اسے اتارنے کی کوشش کی تو وہ بیڈ کے دوسری



جانب کو دگئی۔

یار کیا کر رہی ہو تم؟”

”چلو باہر آ خراور کتنا انتظار کراؤ گی اپنے دو لہے کو۔

رانیہ چڑ کر بولی۔

”کرنے دونہ انتظار بڑا شوق ہو رہا ہے نکاح کا۔“

شبّی منہ پھلا کر بولی۔

یہ ناراضگی نہ تم انہیں ہی دکھانا بھی”

”چلو۔“

ایمی بھی اب تنگ آچکی تھی۔

تب ہی دروازے پر دستک ہوئی۔

”کون؟“

ایمی نے پوچھا۔

”میں اندر آ جاؤں۔“

عارف کی آواز آئی۔

”دروازہ مت کھولنا۔“

شبی نے انھیں وارن کیا۔

لیکن رانیہ نے دروازہ کھول دیا۔

آپ لوگ ابھی تک میری دلہن کو نہیں لائے۔ تو

”مجبوراً مجھے خود ہی آنا پڑا۔“

بھائی آپ کی دلہن کے نخرے ہی ختم نہیں ہو رہے۔

”آپ خود ہی نیٹ لیں۔“

”ہم چلتے ہیں۔“

وہ دونوں باہر چلی گئیں۔

”کیوں نہیں آرہی تھیں باہر آپ مسز؟“

عارف کے مسز کہنے پر اس کا دل زوروں سے۔ ڈھڑکا۔

”میں ناراض ہوں آپ سے۔“

وہ اس کی طرف دیکھے بغیر بولی۔

اچھا۔ منانے والا کام میں رخصتی کے بعد کر لوں گا۔”

”اور کوئی شکایت۔

”آپ نے زبردستی کی ہے میرے ساتھ۔”

”میں نے کیا گن پوائنٹ پر نکاح کیا تھا۔”

”لیکن دھمکی تو دی تھی۔”

”میں نے کب دی؟“

وہ شبی کے الزام پر تڑپ کر بولا۔

آپ نے دی تھی۔“ وہ کسی ضدی بچے کی طرح بولی۔“

اچھا جناب دی ہوگی معافی نہیں ملے گی کیا“

”مجھے۔

”نہیں۔“

وہ ابھی ابھی اپنی ضد پر قائم تھی۔

”اچھا تو پھر کیا کرنا پڑے گا مجھے؟“

وہ اپنی ڈاڑھی سہلاتے ہوئے بولا۔

”مرغا بننا پڑے گا۔“

وہ مسکراہٹ چپھاتے ہوئے بولی۔

”کان پکڑنے سے کام نہیں چلے گا کیا۔“

”ٹھیک ہے۔“

اچھا سوری مسز۔“ اس نے کان پکڑے ”

”معاف کیا۔“

شبّی نے گویا احسان کیا تھا اس پر۔

”بڑی نوازش جناب۔“

”اب باہر چلیں۔“

وہ اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے بولا۔

،، چلیں۔ ”

وہ بھی کھلکھلاتے ہوئے بولی۔



Mohabbat Zindagi Meri
Arif And Shabana Nikkah

Special ♥♥

شبّی اور عارف سٹیج پر بیٹھے تھے۔ عارف نے شبّی کا ہاتھ پکڑا تو اس نے
سمکھ کر عارف کو دیکھا۔

”کیا کر رہے ہیں آپ؟“

اس نے عارف سے پوچھا۔

”کیا کر رہا ہوں جاننا؟“

عارف نے بجائے اس کے سوال کا جواب دینے کے اس سے سوال کر لیا۔

”ہاتھ کیوں پکڑا۔“

شبّی نے پھر سوال کیا۔

کس کا۔“

عارف انجان بنا۔

”میرا۔“

شبّی نے بتایا۔

ارے میں نے تو اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑا ہے۔ آپ مجھے منع نہیں کر ”
 ،،سکتیں۔

عارف نے آخر اسے تنگ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اس کے بعد شبی
 بھی چپ کر کے بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر بعد کھانا لگا۔ تو عارف نے تب بھی
 اس کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ شبی اب بھی چپ تھی حالانکہ بھوک اسے بہت
 لگی تھی۔

کھانا کھائیں۔“۔

عارف نے چاولوں کا چمچ اس کے منہ کے قریب لے جاتے ہوئے کہا۔
 ،،میں خود کھالوں گی آپ بس میرا ہاتھ چھوڑ دیں۔“
 وہ منمائی۔

،،ہاتھ تو اب نہیں چھوڑوں گا کبھی۔ میرے ہاتھ سے ہی کھالیں۔“
 وہ پیار بھرے لہجے میں بولا۔

”لیکن میں آپ کے ہاتھ سے کیسے کھالوں؟“

”کیوں؟“

اس کے ایسے کہنے کی عارف کو وجہ سمجھ نہ آئی تو پوچھ بیٹھا۔

”وہ سب دیکھ رہے ہیں نہ۔“

اس نے وجہ بتائی۔

”تو دیکھنے دیں۔ ہمارا نکاح بھی تو انہی سب کے سامنے ہوا ہے نہ۔“

وہ اس کی وجہ رد کر چکا تھا۔ اس نے بھی چپ چاپ اس کے ہاتھ سے

کھانا کھالیا۔ بھوک تو ویسے بھی لگی تھی۔ کچھ دیر بعد سب لوگ اپنے

گھروں میں روانہ ہوئے۔ وہ سب بھی آرام کی غرض سے روم میں چلے

گئے۔

رانیہ روم میں آئی اور چیلنج کرنے کے لیے جانے لگی۔ جب حمود کمرے میں آیا۔

ارے مجھے تو لگا تھا کہ میری بیگم سو گئی ہوں گی۔ آپ تو ابھی جاگ ”
“رہی ہیں۔

حمود نے رانیہ کو جاگتے دیکھا تو پوچھ لیا۔

“جی میں بس سونے کے لیے جا ہی رہی تھی۔”

وہ انگلیاں چٹخاٹے ہوئے بولی۔

“اچھا میرے بغیر۔ ابھی تو میں نے آپ کی تعریف بھی نہیں کی۔”

وہ اس کی کمر کے گرد اپنے بازو حائل کرتے ہوئے بولا۔

حمود پلینز مجھے نیند آرہی ہے۔ مجھے سونا ہے پلینز بہت ”

“تھک گئی ہوں آج۔

وہ منمنائی۔

”تو جانِ حمود سو جائیے گا نہ۔ اتنی جلدی کس بات کی ہے۔“
وہ اس کے ماتھے پر اپنے لب رکھتے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے
بولا۔ اس کی آنکھوں میں نیند کا خمار واضح تھا۔
اچھا آپ کو میں سونے بھی دیتا لیکن آپ جب اتنے پیار سے میرا نام
”لیتی ہیں تو پیار آتا ہے نہ آپ پر۔
لہجہ خمار آلود تھا۔

”پھر آپ کا نام تو یہی ہے میں اور کس نام سے بلاؤں آپ کو۔“
وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔
تو آپ مجھے جان، سویٹ ہارٹ، اور پھر جب ہمارے بچے ہو جائیں
”گے تو چنٹو پنٹو کے پایا بھی بلا سکتی ہیں۔
اس کی آخری بات پر رانیہ سرخ پڑی۔

”ارے ارے کیا ہو گیا میری جان کیوں اتنی سرخ پڑ گئیں۔“

اس نے اس کے سرخ گالوں کو دیکھ کر پوچھا۔
”کچھ نہیں۔“

وہ اپنے آپ کو کمپوز کرتے ہوئے بولی۔
”اچھا جائیں چلیج کر آئیں پھر سو جائیں نیند آرہی ہے۔“
وہ اس کو مزید تنگ نہ کرتے ہوئے بولا۔

وہ بھی بھاگی۔ پیچھے حمود کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔
وہ چلیج کر کے واپس آئی تو حمود اسی کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ بیڈ پر لیٹی حمود
نے اسے اپنی طرف
کھنچا۔

صرف سونے کی اجازت دی ہے خود سے دور جانے کی نہیں۔ میری
”جان۔“

وہ بھی اس کے سینے پر سر رکھ کر سو گئی۔

اسود آج مارکیٹ آیا تھا۔ حبہ کے ساتھ اسے کچھ خریدنا تھا۔
”یار حبہ بس بھی کر دو اب۔ آخر تمہاری شاپنگ کب ہوگی۔“
وہ کب سے اس کے ساتھ گھوم رہا تھا۔

اب تھک چکا تھا۔

”ہائے کیسے ہو؟“

ولیم سامنے سے آیا۔ اسے اسود دکھائی دیا تو اس کے پاس
چلا گیا۔ وہ دونوں بغلگیر ہوئے۔

”میں ٹھیک تم سناؤ۔“

”میں بھی ٹھیک۔“

ولیم حبہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جو اس کو اگنور کر رہی تھی۔
”تم سناؤ شاپنگ کر رہے ہو؟“

اسود نے ولیم سے پوچھا۔

”ہاں یار۔“

ولیم نے جواب دیا۔

”تم اپنی کزن کے ساتھ آئے ہو۔“

ولیم نے پوچھا۔

ہاں۔ بس کب سے شاپنگ کر رہی ہے۔ ابھی تک بس یہی دو چیزیں لی ہیں۔“

اس نے اس کے شاپنگ بیگز کی طرف اشارہ کیا۔

”ہاں لڑکیاں بہت ٹائم لیتی ہیں۔“

ولیم نے بھی اسود کی ہاں میں ہاں ملائی۔

”اچھا چلو میں چلتا ہوں۔“

ولیم نے اسود سے ہاتھ ملایا۔ اور باہر کی طرف بڑھ گیا۔

اسود اور حبہ ابھی بھی شاپنگ کر رہے تھے جب اسود کسی سے ٹکڑا یا۔

آہستہ

اس وجود کی چینج بے ساختہ تھی۔

کیا ہو گیا ہے۔ کیوں ٹکڑا تے پھر رہے ہو بھائی کیا آنکھیں کرا ئے پر ”

“دے آئے ہو؟

وہ اپنے شاپنگ بیگز اٹھاتے ہوئے غصے سے بول رہی تھی۔ جب سامنے

نظر اٹھی۔ تو خاموش ہو گئی کیونکہ سامنے ہی اسود کھڑا تھا۔

“آپ۔”

وہ اسے دیکھ کر بولی۔

“آتم سوری میں نے دیکھا نہیں تھا۔”

وہ اپنے لب کھلتے ہوئے بولی۔

”لیکن تھوڑی دیر پہلے تو آپ کچھ اور بول رہی تھیں۔“
وہ اس کی کچھ دیر پہلے والی بات پر چوٹ کرتے ہوئے بولا۔
”وہ مجھے پتہ نہیں تھا۔ کہ آپ ہیں۔“
مینو منمنائی۔

”اچھا مطلب اگر کوئی اور ہوتا تو آپ نے اسے یہ سب سنانا تھا۔“
وہ اسے تنگ کرنے پر آمادہ تھا۔
”جی وہ میں۔“

اس سے کچھ بولا نہیں گیا۔
”اچھا چلیں کوئی بات نہیں۔ معاف کیا۔“
اسود نے جیسے اس پر احسان کیا۔
”اچھا بڑی مہربانی آپ کی آپ نے اسے معاف کر دیا۔“

حبہ جو کب سے ان دونوں کی باتیں سن رہی تھی۔ اب کے غصے سے بولی۔

اچھا بھئی چلیں۔ مہارانی صاحبہ کب سے خود دیر لگا رہی ہو وہ خیر ”
 “ہے۔ اب کچھ دیر ہم نے لگائی تو غصہ کرنے لگی۔
 “چلو۔”

وہ دونوں چلے گئے۔ مینو بھی چلی گئی۔

آج ایبی کی پھپھو کی طرف عارف اور شبنی کے نکاح کی دعوت تھی۔ عارف اور عاطف روم میں بیٹھے کچھ ڈسکس کر رہے تھے۔ جب عارف نے اچانک ہی عاطف سے پوچھا۔
 “میں تو کہتا ہوں اب تم بھی شادی کر ہی لو۔”
 وہ اسے مشورہ دیتے ہوئے بولا۔

جی۔ یہ آپ اچانک میری شادی کے بارے میں بات کیوں کر رہے ہیں۔

عاطف حیران ہوا۔

بس ایسے ہی۔ کوئی لڑکی پسند ہے۔ تو بتا دو۔ میں ہی امی سے بات کر لوں گا۔

نہیں بھائی فرصت ہی کہاں ہوتی ہے مجھے ان سب کی۔ کام کی طرف سے کبھی دھیان ہی نہیں ہٹا۔ اس بارے میں کیا ہی سوچوں گا۔ وہ ان کی بات کا جواب دیتے ہوئے بولا۔

”تو کوئی بات نہیں کہیں آس پاس ہی لڑکی دیکھ لو۔“ وہ اس کے کندھے پر ٹسکی دیتے ہوئے بولا۔

تھوڑی دیر بعد حمود کی فیملی آچکی تھی۔ سب خواتین اور مرداندر بیٹھے تھے۔ لڑکیاں باہر لان میں۔ ایسی تھوڑی دیر کے لیے ان سب سے دور پھولوں کے پاس آگئی تھی۔ تب ہی عاطف وہاں آیا۔ اسے دیکھا تو کچھ دیر دیکھتا ہی رہ گیا۔

وہ آج روٹین سے ہٹ کر تیار ہوئی تھی۔ اور یہ بھی رانیہ نے زبردستی کیا تھا۔ اس نے اورنج کلر کی لانگ فرائیڈ پہن رکھی تھی۔ کانوں میں جھمکے پہن رکھے تھے۔ جو اس کے ہلنے پر ہوا میں لہرانے لگتے۔ پاؤں میں نازک سی سینڈل پہن رکھی تھیں۔ دونوں ہاتھوں میں چوڑیاں۔ وہ پھولوں کے ساتھ کھڑی کوئی پھول ہی معلوم ہو رہی تھی۔ عاطف نے اس کے پیچھے کھڑے ہونے پر گلا کٹکھارا۔ وہ اپنے خیالوں میں گم تھی۔ اچانک عاطف کی موجودگی پر وہ ڈر گئی تھی۔ اس نے مڑ کر دیکھا۔ عاطف اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

”السلام علیکم۔ کیسی ہیں؟“

اس نے ایمنی سے پوچھا جس کی نظریں اسے دیکھ خود بخود جھک گئیں۔
”وعلیکم السلام۔“

اس نے عاطف کے سلام کا جواب دیا۔
”میں نے آپ کا حال بھی پوچھا ہے شاہد۔“
عاطف نے اپنی بات دہرائی۔

”میں ٹھیک ہوں۔“
ایمنی نے جواب دیا۔

”مجھ سے نہیں پوچھیں گی کہ میں کیسا ہوں؟“
دل جانے کیوں اس سے باتیں کرنے کو چاہ رہا تھا۔
”کیسے ہیں؟“

ایمی کو سمجھ نہیں آیا۔ کیوں بات بڑھا رہا تھا۔ پہلے تو ان کے درمیان سلام دعا سے زیادہ بات نہیں ہوتی تھی۔ تو پھر اب کیوں۔ وہ وہاں سے کسی بھی طرح جانا چاہتی تھی۔

یہ آپ سب سے بات نہیں کرتیں یا پھر صرف میرے سامنے ہی ”
“خاموش رہتیں ہیں۔

عاطف بھائی اسے آپ سے ڈر لگتا ہے۔ اس لیے زیادہ بات نہیں ”
“کرتی۔

رانیہ جانے کہاں سے آدھمکی تھی۔ اس کی بات پر عاطف تو
مسکرایا۔ اور ایمی نے بھی شکر ادا کیا۔

“کیوں میں کیا انسانوں کو کھاتا ہوں۔”

عاطف نے مزاحیہ انداز اپنایا۔ دیکھ ابھی بھی وہ ایمی کو ہی رہا تھا۔ اور وہ
اس کی نظروں سے کنفیوز ہو رہی تھی۔

”اچھا آپ لوگ آجائیں۔ کھانا لگ چکا ہے۔“
وہ انھیں آواز دے کر چلی گئی۔ ایبی اور عاطف بھی اس کے پیچھے چل دیئے۔

اگلے دن عاطف آفس نہیں گیا تھا۔ وہ ابھی گھر سے باہر نکلا تھا۔ جب اس نے ممانی اور ڈرائیور کو بات کرتے سنا۔
”اچھا بیبی جی میں ایبی بیٹی کو لے آؤں گا۔“
اور واپسی پر آپ جو سامان کہہ رہے ہیں۔ وہ بھی آپ مجھے لسٹ بنا دیں۔

ڈرائیور ایبی کی ماں سے بولا۔
”اچھا چلیں ٹھیک ہے۔“

وہ دونوں اندر کی طرف بڑھ گئے۔ عاطف کے دماغ میں جانے کیا
سمائی۔ کہ اس نے گاڑی کے پاس جا کر ایسی کی گاڑی کا ٹائر پنچر کر
دیا۔ اب ڈرائیور باہر آئے تو ٹائر دیکھ کر
حیران ہوئے۔

”ارے یہ ابھی تو ٹھیک تھا۔“

تب ہی عاطف بھی باہر آیا۔

”کیا ہوا آپ پریشان لگ رہے ہیں؟“

عاطف نے ان سے پوچھا۔

ہاں بیٹا وہ ایسی بیٹی کو لینے جانا تھا۔ لیکن ٹائر پنچر ہو گیا۔ اور بدلنے میں

”کافی زیادہ ٹائم لگ جائے گا۔“

وہ پریشانی سے بولے۔

اچھا چلیں کوئی بات نہیں میں لے آتا ہوں انہیں۔ آپ اسے ٹھیک ”
”کرا لیں۔

وہ یہ کہہ کر آگے بڑھ گیا۔

وہ بھی ٹائر بد لئے لگے۔

ایمی باہر آئی۔ تو گاڑی دیکھ کر اس کی طرف
بڑھ گئی۔

”اتنی دیر لگا دی آپ نے۔ کب سے انتظار کر۔۔۔“

اس کی بات اس کے منہ میں رہ گئی تھی۔ جب عاطف اس کی طرف
مڑا۔ وہ کال پر بات کر رہا تھا۔ جب ایمی آئی۔ اس لیے وہ اسے دیکھ نہیں
پائی۔ اس کا چہرہ دوسری طرف تھا۔
آپ۔۔۔“

وہ چینخی۔

عاطف نے اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں۔

”کیا ہو گیا چینخ کیوں رہیں ہیں؟“

عاطف اس کے چینخنے پر حیران تھا۔ وہ چپ رہی۔

عاطف گاڑی چلا رہا تھا۔ ایسی باہر دیکھنے میں مصروف تھی۔

”جواب کیسی جارہی ہے آپ کی؟“

اس نے ایسی سے پوچھا۔

”جی ٹھیک جارہی ہے۔“

اس نے جواب دیا۔

”اچھا اور آگے کیا پلانز ہیں؟“

ایک اور سوال۔

”کیا مطلب؟“

جواب دینے کی بجائے اس نے الٹا سوال کر لیا۔

”مطلب شادی کے بارے میں کیا سوچا۔“

اسے عاطف سے اس سوال کی توقع نہیں تھی۔

”وہ میں کیسے سوچ سکتی ہوں؟“

وہ حیران ہوئی تھی۔

”جب شادی آپ کی ہے تو سوچیں گی بھی تو آپ ہی۔“

”لیکن آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟“

وہ اب بھی حیران تھی۔

”کیوں کہ میں شادی کرنے کا سوچ رہا ہوں۔“

”تو مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں۔“

”آپ سے ہی کرنی ہے اسلیے۔“

وہ اس کے سر پر بم پھوڑتے ہوئے بولا۔

”جی۔“

وہ اب کے مزید حیران ہوئی تھی۔

”جی امی کو بھیجوں گا۔ ہاں کر دیجیے گا۔“

ایمی کو سمجھ نہ آئی وہ اسے دھمکی دے رہا ہے یا پروپوز کر رہا ہے۔ اس کا گھر آگیا تو وہ اتر گئی۔



میںو آج اپنے بچپن کی تصاویر دیکھ رہی تھی۔ جب اس کے سامنے ایک تصویر آئی۔ جس میں وہ اپنے امی ابو اور بھائی کے ساتھ کھڑی تھی۔ اس کو آج بھی وہ دن نہیں بھولتا تھا۔

جب اس کے ماما پاپا اور بھائی اس سے دور چلے گئے تھے۔ وہ اپنے امی ابو اور بھائی کے ساتھ لندن میں رہتی تھی۔

اس کی امی شادی کے بعد اس کے ابو کے ساتھ ہی لندن شفٹ ہو گئیں تھیں۔ وہ دونوں وہیں پیدا ہوئے تھے۔

ان کے پاپا کی جاب کی وجہ سے وہ لوگ روز پاکستان نہیں جاسکتے تھے۔ وہ دس سال کی تھی اور اس کا بھائی بارہ

سال کا جب وہ دونوں پہلی بار پاکستان جانے

لگے تھے۔ وہ دونوں بہت خوش تھے۔ کہ اپنے سب کزنز سے عرصے بعد ملیں گے۔ ایئر پورٹ پر وہ سب ساتھ بیٹھے تھے۔

ان کے ماما پاپا ان کے لئے کچھ کھانے کو لینے گئے تھے۔

مینو کو پیاس لگی۔ اور حنان اس کے لیے پانی لینے چلا گیا۔

تھوڑی ہی دیر گزری تھی جب وہاں بھاگم ڈوری مچ گئی۔

مینو ڈر گئی تھی۔ اس کے ماما پاپا بھی اس کے پاس نہیں تھے نہ ہی اس کا

بھائی۔ وہاں دھماکہ ہونے والا تھا لیکن پولیس کو پتہ چل چکا تھا۔

انہوں نے بم پھٹنے سے پہلے ہی اسے ڈفیوز کر دیا تھا۔ لیکن لوگ خوف کے مارے بھاگ رہے تھے۔ مینو بھی باہر بھاگی۔

اس کے ماما پاپا واپس آئے لیکن ان کے بچے وہاں نہیں تھے۔ انہوں نے ان دونوں کو بہت ڈھونڈا۔ لیکن وہ کہیں نہیں تھے۔

مینو کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ اس کے بعد مینو کو تو وہیں کسی مسلم کیل نے ایڈاپٹ کر لیا تھا۔

جب کہ حنان کا کوئی اتہ پتہ نہیں تھا۔ اس نے آج تک کبھی اللہ سے شکایت نہیں کی تھی۔ ہمیشہ صبر کیا تھا۔

لیکن اب اسے لگ رہا تھا کہ اس کا دل مزید یہ بوجھ برداشت نہیں کر پائے گا۔ اور پھٹ جائے گا۔ اس نے آج تک اپنے دل کا حال کسی کو نہیں بتایا تھا۔

وہ ہمیشہ اپنا درد اپنے اندر رکھتی تھی۔ جب وہ اٹھارہ کی ہوئی تو وہ اپنے ماں باپ سے ضد کر کے پاکستان آئی کہ اپنے چچا چچی کو ڈھونڈ سکے۔ اس نے انہیں بہت پہلے دیکھا تھا تو کچھ یاد بھی نہیں تھا۔ اسے یہاں آئے ہوئے چار سال ہو چکے تھے۔ لیکن آج تک ان کا پتہ نہ چل سکا۔

اس کی ملاقات رانیہ سے یونی میں ہوئی تھی۔ مینو کو رانیہ اچھی لگی تھی۔ ان دونوں کی دوستی بھی ہو چکی تھی۔

ایک دوسرے کے گھر آنا جانا بھی تھا۔ وہ اس کے ساتھ ایبی کے گھر گئی تھی وہاں اس نے جمود کو پہلی دفعہ دیکھا۔ اس کا دل الگ ہی طرح سے ڈھڑکا تھا۔

پہلے تو وہ اس بات کو جٹھلاتی رہی۔ پر اس پر یہ راز عیاں ہو ہی گیا کہ وہ اس سے محبت کر بیٹھی ہے۔ لیکن اس نے کسی کو اس بارے میں نہیں بتایا تھا۔

رانیہ کو شک ہوا۔ لیکن اس کو بھی مینو نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ اس کا وہم ہے۔

وہ ابھی بیٹھی یہی سوچ رہی تھی کہ اس کا موبائل بجا۔
اس نے کال اٹھائی۔ کسی انجان نمبر سے کال تھی۔
”آپ نرمین بول رہی ہیں؟“
دوسری طرف سے پوچھا گیا۔
”جی۔“

نرمین نے ڈرتے ہوئے جواب دیا۔

آپ کے کوئی جاننے والوں کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔ وہ بار بار آپ کا نام ”
“لے رہے ہیں۔

اس نے مینو کو ہو سہیٹل کا پتہ بتایا۔ مینو وہاں پہنچی تو اسے پتہ چلا کہ وہ
اس کے ماں باپ ہیں۔ وہ اس سے ملنے پاکستان آتے رہتے تھے۔ آج
بھی آئے مگر ان کا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔

ڈاکٹر نے بتایا ان کی حالت بہت نازک ہے۔ اس کی آنکھوں سے
زار و قطار آنسو بہہ رہے تھے۔ اسے لگا وہ پھر سے سب کچھ کھونے لگی
ہے۔ اس نے جلدی سے وضو کیا۔ دو رکعت نفل ادا کیے۔ اور دعا کے
لیے ہاتھ اٹھائے تو آنکھوں سے بس آنسو بہے۔

زبان بولنے سے انکاری تھی۔

اللہ۔ میں نے آج تک آپ سے کبھی شکایت نہیں کی۔ آپ نے ”
میری زندگی میں جو کچھ بھی کیا۔ اسے آپ کی رضا سمجھ کر قبول

کیا۔ میرے ماں باپ مجھ سے نکھڑ گئے۔ میں نے صبر کی۔ میرا بھائی مجھ سے دور چلا گیا۔ میں چپ رہی۔ میں نے جس سے پیار کیا۔ وہ کسی اور کا ہو گیا۔ میں نے کوئی شکایت نہیں کی۔ لیکن پلیز اب انھیں مجھ سے مت چھیننا۔

ورنہ میں جیتے جی مر جاؤں گی۔ میری تو نے جتنی آزمائش لی۔ میں نے صبر کیا اللہ۔ پلیز اب میری آزمائش ختم کر دے۔
”مجھ میں مزید کچھ کھونے کی ہمت نہیں۔“

وہ رور کر کر اپنے ماں باپ کی زندگی کی دعائیں مانگ رہی تھی۔ اور ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ اللہ سے سچے دل سے کچھ مانگیں۔ اور وہ آپ کو نہ دے۔

”آپ کے پیشنٹ کو ہوش آ گیا ہے۔“

نرس نے اسے آکر بتایا۔ تو اسے لگا جیسے اس کے جسم میں

واپس سے کسی نے جان ڈال دی۔ وہ بھاگ کر ان کے پاس گئی۔
 “امی ابو۔”

وہ ان کے سینے سے لگ کر رونے لگی۔ اگر آپ کو کچھ ہو جاتا تو میرا کیا
 ہوتا۔

“ہم ٹھیک ہیں بیٹا۔”

کچھ دیر بعد وہ دونوں آرام کرنے کرنے لگے تو مینو بھی شکرانے کے
 نفل ادا کرنے چلی گئی۔

Zubi Novels Zone

کچھ دن بعد انہیں ڈسچارج کر دیا گیا۔ تو مینو انہیں لے کر اپنے گھر چلی
 گئی۔ وہ لوگ اب کافی بہتر تھے۔ مینو نے ان کا کافی زیادہ خیال رکھا
 تھا۔ اب وہ خود سے چلنے پھرنے بھی لگے تھے۔ وہ تو واپس جانا چاہتے
 تھے لیکن مینو نے انہیں

اپنے پاس روک لیا تھا۔ وہ ان کی خدمت کرتی رہی اور
اب وہ کافی بہتر تھے۔

اسود آج اپنے گھر مینو اور اپنے رشتے کے بارے میں بات کرنا چاہتا
تھا۔ وہ آفس سے گھر آیا۔ اور فریش ہونے کے بعد سو گیا۔ اٹھا تو مغرب
ہو چکی تھی۔ نماز پڑھ کر گھر آیا تو سب کھانے پر اس کا انتظار کر رہے
تھے۔

”السلام علیکم۔“

اس نے سب کو سلام کیا۔ اور وہیں سب کے ساتھ بیٹھ گیا۔
”وعلیکم السلام“

امی ابو مجھے آپ لوگوں سے کچھ بات کرنی
”ہے۔“

اس نے اپنے امی ابو کو مخاطب کیا۔

”ہاں بیٹا بولا کیا بات کرنی ہے؟“

اس کے ابو نے اس سے پوچھا۔

”آپ لوگ چاہتے ہیں نہ کہ میں شادی کر لوں۔“

ہاں بیٹا بالکل۔“

اس کی امی نے جواب دیا۔

”تو پھر آپ لوگ اپنی بہولانے کی تیاریاں کریں۔“

اس نے ان کو ان کے دل کی بات کہی۔

”کیا سچ میں۔“

اس کی امی کو تو گویا یقین ہی نہ آیا کہ وہ اپنی شادی کی بات کر رہا ہے۔

”جی امی سچ میں۔“

”لڑکی کون ہے؟“

اس کی امی نے تجسس سے پوچھا۔

”آپ جانتی ہیں انہیں۔“

اس نے بتایا۔

”کس کی بات کر رہے ہو“

انہیں سمجھ نہ آئی۔

”نزمین کی۔“

اسود نے مینو کا نام لیا تو ان کی خوشی دیکھنے والی تھی۔

”میں تو کل ہی ان کے گھر رشتہ لے جاؤں گی۔“

ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اسے ابھی اپنی بہو بنا کر اس گھر میں لے آئیں۔

ارے ارے امی کیا ہو گیا ہے۔ کل چچا چچی آئیں گے ان کے ساتھ

”جائیے گا۔“

اس نے انہیں ایک اور اچھی خبر سنائی۔

”کیا وہ لوگ پاکستان آرہے ہیں؟“

اس کی امی نے حیرانگی سے پوچھا۔

”جی۔ بالکل۔“

وہ لوگ انگلینڈ رہتے تھے۔ اب کل وہ لوگ اسود کے کہنے پر ہمیشہ کے لیے پاکستان آرہے تھے۔ ان لوگوں کے لیے تو دو خوشخبریاں تھیں۔

Mohabbat Zindagi Meri by Arooba
Nazneen Aswad and Nikkah, Meenu
aur Hanan ki family.

”السلام علیکم۔“

اسود کے چچاچی گھر آچکے تھے۔

اب وہ سب سے مل رہے تھے۔
اسود ہی انہیں ایئر پورٹ سے لینے گیا تھا۔
انہیں دیکھ کر سب بہت خوش تھے۔
اب وہ سب بیٹھ کر باتیں کر رہے تھے۔
”تو اور بتاؤ بھتیجے کس کو پسند کیا ہے؟“
اس کے چاچو نے اس سے لڑکی کے
بارے میں پوچھا۔
”بس ہے کوئی پیاری سی لڑکی۔“
اسود نے مینو کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔
”اوہ ابھی سے اتنی تعریف واہ بھئی۔“
اس کی چچی نے بھی چھیڑا۔
کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد وہ لوگ فریش ہونے

کی غرض سے روم میں چلے گئے۔

انہوں نے کھانا کھایا اور پھر آرام کرنے کے

لیے روم میں چلے گئے۔

شام کو وہ لوگ چائے پی رہے تھے۔

اور ساتھ مینو کے گھر جانے کے بارے میں

باتیں بھی۔

تب ہی وہاں ولیم آیا۔ اسے اسود

نے بلایا تھا کہ وہ بھی ان کے ساتھ چلے

اس نے حمود کو بھی کہا تھا۔

وہ بھی کچھ دیر میں آنے والا تھا۔

”ہائے کیسے ہوا اسود؟“

ولیم اس سے ملا۔

اس نے ابھی اس کے چچا چچی کو
نہیں دیکھا تھا۔

وہ اس سے مل کر ان سب سے ملنے ہی لگا تھا۔

جب اس نے اسود کے چچا چچی کو دیکھا۔

”یہ لوگ کون ہیں اسود؟“

اس کی آواز لڑکھرائی تھی۔

”یہ میرے چچا چچی ہیں۔ کیوں کیا ہوا؟“

اسود اس کی آواز میں لڑکھڑاہٹ محسوس کر چکا تھا۔

”یہ تمہارے چچا چچی کیسے ہو سکتے ہیں؟“

ولیم ابھی بھی حیران تھا۔

”ہوا کیا ہے۔ تم ایسے کیوں بیہو کر رہے ہو؟“

”سب ٹھیک ہے نہ۔“

باقی سب بھی حیران تھے۔

”ماما پاپا۔“

ولیم کے ان دونوں کو ماما پاپا کہنے پر

وہ سب حیران تھے۔

کیا کہہ رہے ہو تم ولیم یہ تمہارے ماما“

”پاپا کیسے ہو سکتے ہیں؟

اسود کو سمجھ نہ آئی۔

”ماما پاپا میں حنان آپ کا بیٹا۔“

اس نے اپنا نام بتایا تو اسود حیران ہوا۔

”لیکن تمہارا نام تو ولیم ہے۔“

اسود نے حیرانگی سے پوچھا۔

نہیں میرا نام حنان ہے۔ یہ نام تو جو لوگ مجھے ”
ایئرپورٹ سے تب اپنے گھر لے گئے تھے۔
“ انہوں نے رکھا تھا۔

“ایئرپورٹ؟”

اب کے اس کے چچا چچی بھی حیرانگی سے
پوچھ رہے تھے۔

جی ماما پاپا وہ جب ہم پاکستان آرہے ”
تھے اور وہاں سے آپ لوگ گئے تھے۔ میں

مینیو کے لیے پانی اور وہ دھماکہ تو
“آپ لوگ کھو گئے۔

وہ ٹوٹے پوٹے الفاظ میں بول رہا تھا۔
“حنان میرے بچے۔”

اس کی ماں نے اسے فوراً اپنے سینے
سے لگایا تھا۔

اس کے پاپا نے بھی اسے گلے لگایا۔

اس دن ایئر پورٹ پر مینو کو کسی مسلم
فیمیلی نے ایڈاپٹ کر لیا تھا۔

اس کے ماں باپ بھی اسے ڈھونڈنے باہر گئے۔
حنان کو وہ لوگ کہیں نہ ملے تو وہ

انہیں ڈھونڈنے لگا۔

رات تک وہ انہیں ہر جگہ دیکھ چکا تھا۔
وہ اسے کہیں نہ ملے۔

وہ وہیں بیٹھا تھا۔ اسے ٹھنڈ لگ رہی تھی۔

لیکن کچھ تھا ہی نہیں پاس اوپر کرنے کو۔
بھوک بھی لگ رہی تھی۔ اسے ایک انگریز میاں
بیوی نے کچھ کھانے کے لیے دیا۔
وہ اس نے لے لیا کہ بھوک لگی تھی کچھ تو کھانا
تھا۔

ان لوگوں نے اسے گھر چلنے کی آفر کی وہ چلا گیا۔
وہ ان کے ساتھ رہتے ہوئے بھی اپنی فیملی کو
ڈھونڈنے کی کوشش کرتا رہا۔
وہ نہ ملے۔

انگریز فیملی میں رہتے ہوئے بھی
وہ اپنے دین کو نہیں بھولا۔

باقاعدگی سے نماز پڑھتا اور وہ فیملی بھی اسے کچھ

نہ کہتی۔

پھر اٹھارہ کا ہوا تو وہ ہو سٹل میں رہنے لگا۔

ابھی بھی ان سے ملنے جاتا۔

وہ اب اپنے اخراجات خود اٹھانا چاہتا تھا۔

ان لوگوں نے اسے کہا تھا وہ ان کے ساتھ رہے مگر وہ نہ

مانا۔

وہیں اس کی ملاقات اسود سے ہوئی۔

ان دونوں کی دوستی بھی ہو گئی۔

وہ اردو زبان اس لیے اتنی اچھی بول لیتا۔

کہ وہ پہلے اپنی فیملی کے ساتھ اردو ہی بولتا تھا۔

اس کے دوست اس کی اردو سن حیران ہوتے۔

وہ ان کے سامنے ایک انگریز بن

کر رہا تھا لیکن تھا ایک مسلمان۔
وہاں پر بھی وہ باقاعدگی سے نمازیں ادا کرتا۔
لیکن ان سے چھپ کر۔ وہ انہیں نہیں بتانا چاہتا تھا۔
کہ اس کے ساتھ کیا کچھ ہو چکا ہے۔
اس کی فیملی جب اس سے بچھڑی تھی۔
تو اسکی عمر اتنی ضرور تھی کہ وہ اپنے ماں
باپ کو باآسانی پہچان سکتا تھا۔
اس نے اپنی فیملی سے ملنے کی بہت
دعائیں مانگی تھی اور آج اس کی
سب دعائیں پوری ہو چکی تھیں۔
اب وہ کافی دیر تک باتیں کرتے رہے۔
مینو اور اس کے بچپن کی باتیں۔

وہ سب مینو کے گھر رات کو پہنچے تھے۔
اتنے عرصے بعد جو ملے تھے۔ باتیں ہی ختم
نہیں ہو رہی تھیں۔

رانیہ اور حمود پہلے ہی وہاں آ گئے تھے۔
نرمین کی امی چاہتی تھیں کہ ان کا کوئی
بیٹا نہیں ہے تو وہ ان کی طرف آجائیں۔
ان کے لیے بھی آسانی رہے گی۔

حمود نے اسود کو بتا دیا تھا۔
رانیہ مسلسل مینو کو تنگ کر رہی تھی۔
لیکن اس کے دل کا حال تو صرف وہ
اور اس کا اللہ جانتا تھا۔

اس نے حمود کو بھلا دیا تھا۔ کہ وہ اب کسی اور
کا تھا۔ وہ اسے چاہتی تھی لیکن اب وہ کسی اور
کا نصیب بن چکا تھا۔

اس نے پوری کوشش کی تھی کہ
وہ حمود کو بھلا دے لیکن کسی کی محبت
دل سے کہاں اتنی آسانی سے نکلتی ہے۔
وہ اسود کے ساتھ سنسیئر رہنا چاہتی تھی۔

”السلام علیکم۔“

”وعلیکم السلام“

اسود اپنی فیملی کے ساتھ پہنچ چکا تھا۔
وہ سب مل کر اب ایک دوسرے کے ساتھ

باتیں کرنے میں مصروف تھے۔

رانیہ چائے لے کر آئی۔

اسود کو چائے پکڑاتے وقت رانیہ نے

اس سے سرگوشی کی۔

بھائی جسے آپ ڈھونڈ رہے ہیں۔”

”وہ اندر ہے۔“

وہ اس کا ادھر ادھر نظریں گھمانا

محسوس کر چکی تھی۔

اس کی بات پر وہ مسکرایا۔

اور چائے کا کپ پکڑ لیا۔

تھوڑی دیر کے بعد مینو کو رانیہ لے آئی۔

وہ ان سب کو سلام کر کے اسود کی امی
کے پاس ہی بیٹھ گئی۔
”اور بیٹا کیسی ہو آپ؟“
اسود کی چچی بھی اس کے پاس ہی بیٹھی
تھیں۔

”میں ٹھیک ہوں۔ آپ کیسی ہیں؟“
اس نے بھی پوچھ لیا۔
”میں ٹھیک ہوں بیٹا۔“
”اور آپ لوگوں کی یہ اکلوتی بیٹی ہے؟“
انھوں نے اس کے امی ابو سے پوچھا۔
جی یہ ہماری اپنی بیٹی نہیں ہے۔ اب آپ لوگوں سے
رشتہ جڑنے لگا ہے تو پھر ہم کچھ چپھانا نہیں

چاہتے۔ اصل میں مینو کو ہم نے ایڈاپٹ کیا تھا۔
ہم کچھ سال پہلے ایئر پورٹ پر تھے۔ وہاں ہمیں مینو
ملی تھی۔ اور وہیں سے ہم نے اس کو گود لیا تھا۔
”اپنی اولاد تو تھی نہیں۔ لیکن یہ ہماری بیٹی ہی ہے۔
کیا کہا آپ نے ایئر پورٹ سے ملی تھی اور مینو“
”ہے اس کا نام؟“

اسود کی چچی نے ان کی بات مکمل ہونے پر کہا۔
”جی کیوں کیا ہوا؟“

مینو کی ماں نے بتایا۔

”کہیں تم میری نرمین تو نہیں؟“

اسود کی چچی نے مینو سے پوچھا۔

”آپ کو کیسے پتا کہ میرا نام نرمین ہے؟“

مینو نے حیرانگی سے پوچھا۔

”تم میری نرمین ہونہ۔“

انہوں نے اسے اپنے ساتھ لگایا۔

بیٹا ہم نے تمہیں اور حنان کو بہت ڈھونڈا پر ”

تم دونوں ہمیں کہیں بھی نہیں ملے۔ اور آج اللہ

”نے ہماری دعائیں سن لیں۔ تم دونوں ہمیں مل گئے۔

آج وہ سب بہت خوش تھے۔

”اور بیٹا یہ تمہارے چچا چچی۔“

اس کے پاپا نے بھی اسے اپنے سینے سے لگایا۔

وہ حیران تھی۔ جن لوگوں کو اتنے عرصے

سے ڈھونڈ رہی تھی وہ اس کے آس پاس

تھے اور اسے پتا ہی نہ تھا۔

آج وہ سب بہت خوش تھے۔
ان کے نکاح کی ڈیٹ بھی فکس ہو گئی تھی۔

آج اسود اور مینو کا نکاح تھا۔ اسود کی پوری فیملی مینو کے گھر آئی تھی۔
مولوی صاحب بھی آچکے تھے۔ ان دونوں کے ساتھ آمنہ اور عاطف کا
بھی نکاح تھا۔ عاطف اور اسود تو بہت خوش تھے۔ البتہ ایسی کچھ سہمی
ہوئی تھی۔ محبت تو وہ اس سے کرتی تھی لیکن اسے دیکھ کر ڈر بھی لگتا
تھا۔ اب اسی بات کا ڈر تھا کہ ساری زندگی اس کے سامنے اس کے ساتھ
کیسے رہے گی۔ اور مینو اس بات پر اداس تھی کہ ابھی تو وہ اپنی فیملی سے
ملی تھی اور ابھی تھوڑے دنوں میں وہ اس گھر سے رخصت ہو جائے
گی۔

نکاح ہو چکا تھا اب ایبی اور مینو کو رانیہ اور ششی باہر لانے کے لیے منار ہی تھی اور وہ دونوں مسلسل انکار کر رہیں تھیں۔

یار کیا مسئلہ ہے تم دونوں کے ساتھ آخر مان کیوں نہیں رہی تم دونوں ”
 “باہر جانے کے لیے۔؟

رانیہ ان کے مسلسل انکار سے جتنی بھلا گئی تھی تب ہی چڑ کر بولی۔
 “مجھے ڈر لگ رہا ہے۔”

ایبی کی روہانسی آواز گونجی۔

اچھا کیوں باہر کوئی جن بھوت ہیں جو تمہیں ڈر لگ رہا ہے۔ اگر ایسے ”
 “ہی ڈرو گی تو عاطف بھائی کے ساتھ ساری زندگی کیسے گزارو گی۔
 رانیہ نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

“یار مجھے بھی نہیں سمجھ آ رہا ہے میں کیسے اسود کے ساتھ رہوں گی؟”
 مینو نے بھی کہا۔

اچھا میں ایک کام کرتی ہوں تم دونوں کے دولہوں کو کہتی ہوں وہ تم ”
“دونوں کو اٹھا کر لے جائیں۔ پھر ہی تم لوگ باہر جاؤ گی۔
وہ جب اس کے سمجھانے پر نہ مانیں تو اس نے دھمکی دی۔
اس نے باہر جانے کے لیے دروازہ کھولا تو سامنے سے آنے والے سے
اس سے پہلے وہ ٹکڑا کر گرتی سامنے والے نے اسے تھام لیا۔
“آہ۔ دیکھ کر نہیں چل سکتے کیا؟”
اس نے سامنے دیکھا تو باقی الفاظ منہ میں ہی دب گئے۔ کیونکہ سامنے
ہی اس کے شوہر محترم جناب حمود صاحب کھڑے تھے۔
“کچھ کہہ رہی تھیں آپ؟”
حمود نے اسے چھوڑتے ہوئے پوچھا۔
“اچھا کیا میں تو کچھ نہیں کہہ رہی۔”

باقی تینوں نے اپنی مسکراہٹ دبائی کہ حمود کے سامنے اس کی ایسی ہی حالت ہوتی تھی۔ باقی سب کے سامنے شیرنی بن کر گھومنے والی اس کے سامنے ایسے ہی بھیگی بلی بن جاتی تھی۔

”تم لوگ ابھی آ کیوں نہیں رہی ہو باہر؟“

حمود نے اندر آ کر ان دونوں سے پوچھا۔

بھائی آپ ہی دیکھیں ان لوگوں کو کب سے منتیں کر رہے ہیں ہم“

”سے۔“

Zubi Novels Zone

شبّی نے شکایت کی۔

”کیوں؟“

حمود ان کے انکار پر حیران تھا۔

”پتہ نہیں۔“

”ہم آہی رہے ہیں بھائی بس۔“

شبّی کی بات پر ایبّی نے جواب دیا کہ حمود کے غصے سے سب ہی واقف تھے۔

ایبّی کی بات پر رانیہ کا منہ کھل گیا مطلب وہ کب سے منار ہی تھی اور اسے نخرے دکھائے جارہے تھے اور اب حمود کے ایک ہی بار کہنے پر مان گئی۔ ان دونوں سے اس نے بعد میں نپتنے کا سوچا اور ان دونوں کو باہر لے گئیں۔

وہ دونوں باہر آئیں۔ انہیں سیٹج پر بٹھا کر شبّی سائیڈ پر ہو گئی۔ ابھی وہ ایک سائیڈ پر آئی ہی تھی کہ اسے کسی نے اپنی طرف کھینچا۔ اس کے منہ سے چیخ نکلی۔

اسے عارف نے دیوار کے ساتھ لگایا۔ شبّی تو پوری آنکھیں کھولے اس کی حرکت دیکھ رہی تھی۔

اس نے وہاں سے جانے کی کوشش کی تو عارف نے دیوار پر ہاتھ رکھ دیا۔ دوسری سائیڈ سے گزرنے لگی تو اس کا ہاتھ عارف نے پکڑ لیا۔
”کہاں جا رہی ہیں آپ؟“

اس نے شبی کی آنکھوں میں دیکھتے سوال کیا۔
”وہ میں وہاں۔“

اس سے کچھ بولا ہی نہیں گیا۔
”میں کیا شکل سے بہت خوفناک لگتا ہوں؟“
عارف نے سوال کیا۔
”نہیں۔“

شبی نے حلق تر کرتے جواب دیا۔
تو پھر اس خوف کی وجہ جو آپ کی آنکھوں میں مجھے دیکھ کر آ جاتا
”ہے۔“

اس کے سوال کا جواب شبی کے پاس تھا نہیں تو وہ خاموش رہی۔

”کچھ پوچھا ہے میں نے جان۔“

اس کے جان کہنے پر شبی نے آنکھیں میچی۔

عارف اس کی اس ادھر مسرور ہوا۔

”آنکھیں کھولیں۔“

ایک اور حکم۔

شبی نے آنکھیں کھولیں۔

”ویسے میں سوچ رہا ہوں کہ رخصتی کروالوں۔ کیا خیال ہے؟“

اس نے شبی سے اپنی رائے کا اظہار کیا۔

”بہت برا خیال ہے۔“

وہ بس دل میں ہی بول سکی۔

”مجھے نہیں پتہ یہ تو ماما پاپا کو ہی پتہ ہوگا۔“

وہ گبھراہت میں جو منہ میں آیا بول گئی۔

”تو مطلب میں ماموں ممانی سے بات کروں۔“

وہ مسکراہٹ چپھاتے ہوئے بولا۔

”آپ راضی ہیں نہ۔“

وہ اسے تنگ کر رہا تھا۔

”نن نہیں میں نہیں راضی۔“

وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولی۔

”اچھا تو پھر اٹھا کر لے جاؤں کیا؟“

وہ اس کے کان کے قریب جھکتے ہوئے بولا۔

آپ پلیز مجھے جانے دیں۔ میں وہاں وہ سب میرا انتظار کر رہے ہیں۔“

اس نے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں اپنی بات مکمل کی۔

”اچھا اور میرے انتظار کا کیا؟“

اس کے سوال پر شبی نے اوپر دیکھا۔

”کونسا انتظار؟“

وہ حیران تھی۔

”جو آپ مجھ سے دور رہ کر وار ہیں ہیں۔“

وہ خمار آلود لہجے میں بولا۔

”میں کب کر وار ہی ہوں؟“

وہ اس کے سامنے بول بھی مشکل سے رہی تھی۔

اچھا تو پھر کب اعزاز بخش رہیں ہیں میرے کمرے کو میری زندگی میں؟“

”ہمیشہ کے لیے شامل ہو کر۔“

اس کے سوال پر شبی کچھ نہ بولی۔

اچھا جائیں کہیں ایسا نہ ہو میں اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ پاؤں پھر آپ ”
”کو ہی شکایت ہوگی۔

اس کی حالت دیکھتے ہوئے عارف نے اسے جانے دیا۔ وہ بھی فرار کی راہ
ملتے ہی وہاں سے رنچر ہوئی۔

میں تو پہلے ہی پوری طرح آپ کا ہوں آپ کو یہ سب کرنے کی کیا ”
”ضرورت تھی۔

اسود نے مینو کا ہاتھ پکڑ کر اس کے کان میں میٹھی سی سرگوشی کی۔
مینو نے اس کی طرف دیکھا لیکن وہ سامنے دیکھ رہا تھا۔
وہ خاموش رہی۔ اسود نے اس کا ہاتھ پکڑا۔ مینو کا دل پسلیاں توڑ کر باہر
نکلنے پر بے تاب ہوا۔

”یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟“

وہاں سب کی موجودگی میں اس کی حرکت پر مینو حیران تھی۔
 ابھی تو کچھ نہیں کیا جناب ایک بار رخصتی ہو جانے دیں۔ پھر بتائیں۔“
 ”گے کہ کیا کر سکتے ہیں ہم۔“

وہ شرارت پر آمادہ ہوا۔

”پلیز میرا ہاتھ چھوڑیں نہ سب دیکھ رہے ہیں۔“
 وہ روہانسی ہوئی۔

اب اگر آپ نے کچھ کہا تو ہاتھ پکڑنے کے علاوہ بھی بہت کچھ انہی“
 ”سب کے سامنے کروں گا۔“

اس کی دھمکی کا ہی اثر تھا کہ وہ چپ رہی۔

عاطف کا ہاتھ اپنی کمر پر محسوس کر کے ایبی کی جان نکلی۔
 اس نے اس کو کمر سے پکڑ کر اپنی جانب کھینچا۔

اب مجھ سے دور مت جائیے گا۔ جب آنا میرے پاس ہی ہے تو پھر اس ”
“گریز کی وجہ۔ اور باہر کیوں نہیں آرہی تھیں آپ۔

اس کو اس بات کا پتہ تھا پر کیسے۔

“آپ سے کس نے کہا؟”

اس نے پوچھا۔

“سب مجھے آپ کے بارے میں پتہ ہوتا ہے جانمن۔”

اس کے اس طرح مخاطب کرنے پر ایسی کا دل الگ ہی لے پر ڈھرکا۔

ویسے اتنا حسین لگنے کو کس نے کہا تھا کہ میں رخصتی کا بھی ساتھ ہی ”

“سوچ لوں۔

اس کی بات پر ایسی نے حیرت سے اسے دیکھا۔

کیا وہ سچ میں رخصتی کا سوچے ہوئے تھا۔

“آج صرف نکاح ہے۔”

وہ ہمت کرتے بولی۔

”اچھا اگر میں رخصتی کروالوں تو روک پائیں گی مجھے۔“

وہ اسے تنگ کر رہا تھا اور وہ سہم رہی تھی۔

اب تو واقعی میں رونے والی ہو چکی تھی۔

ارے ارے کیا ہو گیا یار میں تو مزاق کر رہا تھا آپ رونے کیوں لگ گئیں۔

اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ اس نے اسے تنگ کرنے کا ارادہ ترک کیا۔

”اچھا اب رونا بند کریں۔“

اس نے اس کے آنسو صاف کرتے کہا۔ اس کی اس حرکت پر ایسی جھنپ کر سر جھکا گئی۔

نکاح کی تقریب ختم ہوئی تو سب اپنے گھر روانہ ہوئے۔
 حمود اپنے روم میں آیا تو رانیہ اپنے نیکلس سے الجھنے میں مصروف
 تھی۔ اور اس کی بڑ بڑاہٹ بھی جاری تھی۔
 ”اف کیا مصیبت ہے ایک تو پتہ نہیں لڑکیاں کیسے اتنا تیار ہوتی ہیں“
 ”میری تو جان ہلکان ہو جاتی ہے۔“

”تو کیا ضرورت ہے آپ کو اپنی جان ہلکان کرنے کی میں ہوں نہ یہ کام“
 ”کرنے کے لیے۔“

اس نے اس کا نیکلس اتار کر اسے پکڑا لیا۔
 ”شکر ہے۔ اتر گیا۔“

اس نے حمود کی طرف دیکھا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا
 ”کیا ہوا؟“

”کچھ نہیں۔“

اس کے پوچھنے پر حمود اس کے قریب آیا۔ اور اسے اپنے حصار میں لیا۔
 ”کیا آج کی رات آپ اپنی نیند میرے لیے قربان کریں گی؟“
 وہ اس سے پوچھ رہا تھا اور رانیہ ہونقوں کی طرح اسے دیکھ رہی تھی۔
 ”میں بہت تھک گئی ہوں۔“

”میں آپ کی ساری تھکاوٹ سمیٹ لوں گا۔“
 وہ اسے باہوں میں بھر کر بیڈ تک لایا۔ اسے بیڈ پر لٹایا اور اس کے جھمکے
 اتارنے لگا۔ اب وہ اس کی چوڑیاں اتار رہا تھا۔ اس نے اس کے بالوں کو
 کھولا۔

”حمود پلیمت کریں نہ۔“
 وہ اس کی لودیتے آنکھوں سے گھبرائی۔
 حمود نے لیمپ آف کیا اور اس پر جھکا۔
 اس نے اس کے چہرے پر ایک لطیف سی شرارت کی۔

رانیہ شرم سے سرخ پڑی۔

وہ مسکرایا۔

”کیا ہو جاتا ہے آپ کو کیوں اتنا شرماتی ہیں مجھ سے؟“

وہ اس کے شرمانے پر اس سے پوچھ رہا تھا جواب میں رانیہ بالکل خاموش تھی۔

”کیا کر رہے ہیں آپ؟“

اس نے اس کے ہاتھ پر اپنے ہونٹ رکھے تو وہ پوچھ بیٹھی۔

”رومانس کر رہا ہوں میری جان۔“

وہ شوخ ہوا۔

”پر وہ۔۔۔۔۔“

اس سے پہلے وہ اپنی بات مکمل کرتی حمود نے اس کے الفاظ ہونٹوں سے چن لیے۔

اگر اب مزاحمت کی تو شاہد میں جو آپ کو سونے دینے کا سوچ رہا”
”ہوں وہ سوچنا بند کر دوں۔

اس کی بات کا ہی اثر تھا کہ اس کے بعد رانیہ کچھ نہ بولی۔
کچھ دیر بعد اس نے اپنی منمائیاں کر کے اسے سونے کی اجازت دے
ہی دی۔

Mohabbat zindagi Meri

آج ان دونوں کیلنز کی اسود کے گھر دعوت تھی۔ سب لوگ آچکے
تھے۔ مینو بھی اپنی فیملی کے ساتھ وہیں تھیں۔ جب سے اس کے ماما پاپا
واپس آئے تھے وہ بھی ان کے ساتھ اسود کے گھر میں ہی رہتے تھے۔ وہ
اپنی فیملی کے ساتھ اوپر والے پورشن میں رہتی تھی اور اسود اور اس کی
فیملی نیچے والے پورشن پر۔

مینو کچن میں تھی اور حبه بھی اس کے ساتھ ہی کام کروا رہی تھی۔ جب حنان کچن میں آیا۔

”کیا ہو رہا ہے۔؟“

وہ ابھی اسود کے ساتھ گھر واپس آیا تھا۔ اسود تو روم میں چلا گیا۔ وہ پانی پینے کے لیے کچن میں آ گیا۔

”کچھ نین دعوت کی تیاریاں۔“

جواب مینو نے دیا تھا۔ حبه تو اسے دیکھ ویسے ہی چپ ہو گئی تھی۔

”اچھا اور حبه کیا کر رہی ہے؟“

اس کے براہ راست مخاطب کرنے پر حبه حیران تھی۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

یہ صرف آپ میرے سامنے خاموش ہو جاتی ہیں یا پھر سب سے ہی

”کم بات کرتی ہیں؟“

اس نے اس کے سامنے آکر پوچھا۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ بس نظریں جھکائے اپنے کام میں مصروف رہی۔

ارے نہیں بھائی شاہد آپ سے ڈرتی ہے اس لیے۔ ورنہ تو یہ باتونی ”

”ہے۔

ہیں وہ کہ بتانے پر حنان اور حبہ دونوں نے اس کی طرف دیکھا۔ لیکن اگلے ہی پل حبہ اپنی نظریں ہٹا چکی تھی۔ حنان تو حبہ کو دیکھنے میں ہی مصروف تھا۔ وہ فروٹ چاٹ بنا رہی تھی۔ حنان کو شرارت سو جھی۔ اس نے کٹے ہوئے سیب میں سے ایک اٹھا لیا۔ حبہ نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔

”یہ دعوت کے لیے ہے۔“

اس کی حرکت پر حنان نے اس کو دیکھا تو وہ نظریں جھکا گئی۔ حنان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگ گئی۔

”تو کیا میں نہیں کھا سکتا؟“

مینو اپنے بھائی کی شرارت سمجھ چکی تھی تب ہی مسکرا دی۔
”نہیں۔“

وہ بس یہی بولی۔

اچھا مطلب یہ صرف نکاح شدہ لوگوں کے لیے ہے اب اسے کھانے
”کے لیے مجھے بھی نکاح شدہ ہونا پڑے گا کیا؟“
وہ اسے دیکھ کر پوچھ رہا تھا۔

وہ بس نظریں جھکائے اپنی انگلیاں مڑورنے میں مصروف تھی۔ حنان
مسکرایا اور وہاں سے چلا گیا۔

”یہ تمہارے بھائی خود کو کیا سمجھتے ہیں؟“

اس کے جاتے ہی وہ مینو کو بولی۔

”میں حنان ہوں اور خود کو وہی سمجھتا ہوں۔“

حنان جوا بھی تک دروازے میں کھڑا تھا اس کی بات کے جواب میں بولا۔ حبہ اس کی بات پر بیچ و تاب کھاتی رہ گئی۔ وہ وہاں سے چل گیا۔ مینو نے بھی اپنی مسکراہٹ دبائی۔ حبہ وہاں سے اپنے روم میں چلی گئی۔

ایک بیٹا جاؤ ذرا یہ چائے تو عاظمی کے روم میں دے آؤ۔ ابھی آفس سے ”آیا تھکا ہو گا۔“

اس کی پھپھو نے اس کو کہا تو رانیہ نے اسے شرارتی نظروں سے دیکھا۔ وہ بیچاری منع تو کر نہیں سکتی تھی اس لیے چلی گئی۔ روم میں گئی۔ جب کئی بار دروازہ بجانے پر دروازہ نہ کھلا۔ تو اس نے ذرا سا دروازہ کھول کر دیکھا۔ کمرہ خالی تھا و اشروم میں سے پانی گرنے کی آواز آرہی تھی۔

”لگتا ہے وہ کمرے میں نہیں ہیں۔“

اس نے جا کر سائیڈ ٹیبل پر چائے رکھی اور ٹرے لے کر جیسے ہی مڑی اس کی چینخ بے ساختہ تھی اور ٹرے بھی ہاتھ سے چھوٹ زمین پر گر چکی تھی۔ عاطف جوا بھی ہاتھ لے کر آیا تھا۔ اپنے روم میں اس کو دیکھ حیران تھا کہ اس کی چینخ پر ڈر گیا۔

”کیا ہو گیا چینخی کیوں؟“

وہ وارڈروب سے اپنی شرٹ نکالتے ہوئے بولا۔ وہ چپ چاپ نظریں جھکائے کھڑی تھی۔ جسم ہولے ہولے کپکپا رہا تھا۔ وہ شرٹ پہن کر آیا اور اسے کانپتے دیکھ پریشان ہوا۔

”کیا ہوا ایسی آپ ٹھیک ہیں طبیعت خراب ہے کیا؟“

وہ سچ میں پریشان ہو چکا تھا۔

اس نے نظریں جھکائے ہوئے ہی نفی میں سر ہلایا۔

”تو پھر کانپ کیوں رہی ہیں اور نظریں کیوں جھکائیں ہیں؟“

اس نے اس کی ٹھوڑی کی مدد سے اس کا چہرہ اٹھایا۔ لیکن اس نے نہ اٹھایا۔

”ایمی میری طرف دیکھیں۔“

اس نے پھر نفی میں سر ہلایا۔

”ایمی میں کچھ کہہ رہا ہوں ناں۔“

اس نے پھر کہا۔

ایمی نے نظریں اٹھائیں۔ تو عاطف نے آئی برواچکائے۔

”کیا ہوا۔ اوپر کیوں نہیں دیکھ رہی تھیں؟“

اس کو حیران دیکھ عاطف نے پوچھا۔

”وہ مجھے لگا آپ نے شرٹ نہیں۔“

وہ بات کر کے زبان دانتوں تلے دبا گئی۔

اچھا اگر نہیں بھی پہنی ہوتی تو آپ مجھے دیکھنے کا پورا حق رکھتی ہیں آخر ”
”کو میری اکلوتی منکوحہ ہیں آپ۔

وہ شرارت پر آمادہ تھا۔ اور وہ اپنے ہونٹ چباتے اس کی باتوں پر سرخ پڑ
رہی تھی۔

”These are mine”۔

اس نے اس کے ہونٹوں کو چھڑواتے خمار آلود لہجے میں کہا۔
وہ تو ہونٹوں کی طرح اسے دیکھ رہی تھی۔

”کیا بہت ہینڈ سم لگ رہا ہوں میں بیوی؟“
وہ اس کے دیکھنے پر چوٹ کر رہا تھا۔

”نہیں۔“

وہ گبھرا کر جو منہ میں آیا بول گئی۔
”نہیں لگ رہا ہوں کیا؟“

وہ اس کے نہ بولنے پر پوچھ بیٹھا۔

”پتہ نہیں۔“

کیا ہو جاتا ہے آپ کو میرے سامنے کیوں اتنا گبھراتی ہیں آپ مجھ سے کیا میری شکل بہت خوفناک ہے؟“ عاطف نے اسے گبھراے دیکھ کر پوچھا۔

”جی۔“

عاطف نے ایبی کی بات پر مسکراہٹ دہائی۔
”اچھا کیا سچ میں۔“

وہ ایک قدم اس کے قریب ہوا۔ وہ سائیڈ ٹیبل کے ساتھ جا لگی۔

”کیا بہت ڈراؤنی ہے میری شکل ہوں؟“

وہ سنجیدہ ہو کر پوچھ رہا تھا۔ ایبی کا بس نہیں چل رہا تھا۔ یہاں سے کسی طرح غائب ہو جائے۔

”مجھے جانے دیں پلیز۔“

وہ اس سے درخواست کر رہی تھی۔

”اچھا اور کیوں جانے دوں؟“

اس کی بات پر ایملی نے اوپر دیکھا۔

سب انتظار کر رہے ہوں گے نہ میں صرف چائے دینے آئی تھی۔ اب۔“

”اتنی دیر ہو گئی ہے سب کیا سوچیں گے؟“

وہ اس کے سوال پر بولی۔

”اچھا کیا سوچیں گے بھلا۔ زیادہ زیادہ یہی کہ۔۔۔“

اس نے جان بوجھ کر بات ادھودی چھوڑی۔

”ک کیا مطلب ہے آپ کا؟“

وہ گبھرا کر بولی۔

”یہی کی نیا نیا نکاح ہوا ہے رو مینس کر رہے ہوں گے۔“

وہ اس کے کان میں جھک کر شرارت سے بولا۔

”ج جی۔ ابھی صرف نکاح ہوا ہے رخصتی نہیں۔“

وہ پیچھے ہوا تو وہ سرخ چہرے سمیت یہی بول پائی۔

”تو کروالوں کیا۔“

”اچھا اب اگر چائے لے ہی آئیں ہیں تو پلا بھی دیں۔“

وہ جھکا تو اس نے آنکھیں بند کیں۔ عاطف نے مسکراتے ہوئے چائے کا

کپ سائیڈ ٹیبل سے اٹھایا۔

”کیا ہوا آنکھیں کیوں بند کیں؟“

ایمی نے آنکھیں کھولیں تو اسے دیکھ حیران ہوئی جو چائے پی رہا تھا۔

”آپ کہیں یہ تو نہیں سوچ رہی تھیں کہ۔“

اس نے بات ادھوری چھوڑی۔

”ج جی نہیں میں ایسا کچھ نہیں سوچ رہی تھی۔“

وہ سرخ چہرے سمیت بولی۔

”لیکن آپ کو کیسے پتا میں کیا بولنے والا تھا۔“

وہ اسے تنگ کرنے کے موڈ میں تھا۔

”وہ مم میں۔“

اسے لگا اب اگر اس نے مزید ایسی کو تنگ کیا تو وہ رو دے گی۔

”اچھا اچھا جائیں۔ باقی کارو مینس رخصتی کے بعد۔“

وہ اسے راستہ دیتے ہوئے بولا۔

وہ بھی وہاں سے بھاگی۔ اپنے پیچھے اسے عاطف کا قہقہہ سنائی دیا۔ اس

کے چہرے پر بھی شرمیلی مسکراہٹ آگئی۔

”ایمی یار چلو نہ آخر مسئلہ کیا ہے تمہارے ساتھ؟“

رانیہ جو کب سے ایکی کو اٹھارہ ہی تھی اور وہ اٹھنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ اب کی بار اس نے کمبل کھینچ لیا تھا۔ آج اس کی رخصتی تھی اور وہ میڈم گھوڑے بیچ کر سو رہی تھیں۔ وہ اسے پالر لے کر جانا چاہتی تھی اور وہ گھر پر تیار ہونا چاہتی تھی۔

”یار نہ کرنے رانیہ میں گھر میں تیار ہو جاؤں گی۔“

وہ منہ بسور کر بولی۔

”آج شادی ہے تمہاری آج تو پالر سے تیار ہونا پڑے گا۔“

اس نے کسی طرح ایکی کو منا ہی لیا تھا۔

وہ پالر سے تیار ہو کر سیدھا ہال میں ہی پہنچی تھی۔ شبی اور مینو بھی ساتھ تھیں۔ ان تینوں کی رخصتی اکھٹی تھیں۔ رات بھی تینوں کی ساتھ ہی آئی تھی۔

اب حبه اور رانیہ ان کا راستہ روک کر کھڑی تھیں کہ پہلے نیک پھر اندر آنے دیں گی۔

”ارے بھی کس بات کا نیک۔“

حنان کب سے ان دونوں سے بحث کر رہا تھا۔

آپ دونوں نیک نہیں دیں گے تو اندر آنے کا راستہ بھی نہیں ملنا۔ نہ ”

”ہی دلہن۔

رانیہ اکڑ کر بولی۔

”ارے یار سالے صاحب آپ ہی کچھ بولیں نہ اپنی بیوی کو۔“

حمود و کب سے رانیہ اور حبه کا ساتھ دے رہا تھا عاطف نے اس سے مدد مانگی۔

”میں تو اپنی بیوی کا ہی ساتھ دوں گا۔“

اس نے ان کو ہری جھنڈی دکھائی۔

یار تم کیا جوروں کے غلام ہو۔ ہمارا ساتھ دے دو دوست ہوں یار میں ”
”تمہارا۔

اسود نے بھی اسے شرم دلانے کی کوشش کی۔
اگر اسے جوروں کا غلام کہتے ہیں تو مجھے یہ اعزاز خوشی خوشی قبول ”
”ہے۔

وہ سر کو خم کر کے بولا۔ اس کی بات پر رانیہ جھنپ گئی۔
اور باقی سب نے ہوٹنگ کی۔
ننگ مل ہی گیا تھا ان کنجوسوں سے آخر ان کو تو ان کو اندر آنے کا راستہ
بھی مل گیا۔

اب وہ سب دو لہنوں کا انتظار کر رہے تھے۔ کچھ ہی دیر میں وہ تینوں آتی
دکھائی دیں۔

ایبی نے نے بلڈ ریڈ کلر کا لہنگا زیب تن کیا ہوا تھا۔ شبی نے گولڈن اور مینو نے سفید کیوں کہ یہ اسود کی خواہش تھی۔ میک اپ اور جیولری بارات کے لحاظ سے پہنے وہ تینوں کوئی حور ہی معلوم ہوتی تھیں۔ دلہوں نے بھی دلہنوں کے ساتھ کی شیر وانی پہن رکھی تھی۔ وہ تینوں سیٹج پر آ کر بیٹھیں۔

”کیا بات ہے جناب گھائل کرنے کا ارادہ ہے کیا آج مجھے؟“ اسود نے ساتھ بیٹھی مینو سے کہا تو وہ سرخ پڑ گئی۔ پہلے سے آپ کا اسیر ہوں ان سب ہتھیاروں سے لیس ہو کر قتل کرنا“ ”ہے کیا؟“

عارف نے ساتھ بیٹھی شبی کے کان میں سرگوشی کی۔ وہ نظریں مزید جھکا گئی۔

کیا بات ہے آج تو لگتا ہے میرے دل کے ساتھ جان بھی لینے کا ارادہ ”
”ہے جانمن۔“

عاطف نے بھی ایسی کے کان میں سرگوشی کی۔ ایسی نے اس کی طرف
دیکھا تو وہ اپنی بائیں آنکھ دبا گیا۔
وہ جھنپ کر نگائیں جھکا گئی۔

رخصتی ہو چکی تھی اور سب دلہنوں کو رسموں بعد اپنے رومز میں پہنچا دیا
گیا تھا۔ ایسی اپنے روم میں بیٹھی عاطف کا انتظار کر رہی تھی جب عاطف
کمرے میں آیا اور ایسی کو دیکھ کر مسکرایا۔ اس نے اس وقت گھونگٹ
میں چہرہ چپھار کھا تھا۔
”تو انتظار ہو رہا تھا میرا؟“

اس نے اس کے پاس بیٹھ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا۔

ایمی نے محض سر ہلایا۔

”اچھا اور کھانا کھالیا آپ نے؟“

اس نے اگلا سوال کیا۔

پھر ایمی نے سر ہی ہلایا۔

”ارے یار آپ منہ سے کچھ کیوں نہیں بول رہیں؟“

وہ اس کا ہاتھ سہلاتے پوچھ رہا تھا۔

ایمی خاموش رہی۔

”کیا آپ مجھ سے شرم رہی ہیں؟“

وہ اس کے خاموش رہنے پر یہ ہی اندازہ لگایا۔

اس نے پھر سر ہلایا۔

”اچھا اب میں یہ گھونگٹ اٹھالوں؟“

وہ اس سے اجازت مانگ رہا تھا۔

ایمی نے نفی میں سر ہلایا۔

”کیوں؟“

عاطف نے حیرانگی سے پوچھا۔

”اتنا شرم کیوں رہی ہیں؟“

وہ اس کا گھونگٹ اٹھانے لگا تو اس نے روک دیا۔ وہ پوری طرح گھونگھٹ اوڑھ کر بیٹھی تھی کی اس کا ہاتھ بھی عاطف نے ڈوٹے کے اندر سے ہی پکڑ رکھا تھا۔

عاطف نے پھر کوشش کی تو اس نے چہرہ موڑ لیا۔

ایمی یار کیا کر رہی ہیں۔ تنگ مت کریں مجھے پھر میری شدتیں آپکو ہی ”ساری رات برداشت کرنی پڑیں گی۔“

اب کے اس نے گھونگٹ اٹھایا اور ایمی نے بھی کوئی مزاحمت نہیں کی۔

لیکن جیسے ہی اس نے گھونگٹ اٹھایا اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ کیونکہ جو چہرہ نمودار ہوا تھا وہ اس کا دل دہلانے کو کافی تھا۔

”آصف تم یہاں کیا کر رہے ہو؟“

”میری منہ دکھائی تو دیکھئے عاظمی۔“

آصف نے ڈرامائی انداز میں شرماتے ہوئے اس کے سامنے ہاتھ پھیلا دیا۔

”اس منہ پر منہ دکھائی نہیں چیر بنتی ہے۔“

عاظمی کے کہنے پر ہوا میں جناتی قہقہے بلند ہوئے۔

عاظمی بیچارہ تو بے ہوش ہونے کے درپہ تھا۔

”تم سب لوگ یہاں کیا کر رہے ہو؟“

وہ اپنے تینوں بھائیوں اور ایک عدد کزن کو دیکھ حیران تھا۔

”ارے بھیا ہم تو آپ کو مبارک باد دینے آئے تھے شادی کی۔“

دانش نے اسے گلے لگایا تو باقی دونوں نے بھی اس کی تقلید کی۔

”مبار کباد پہلے بھی دے چکے ہو تم لوگ شاہد۔“

وہ چڑ کر بولا۔

”ہاں تو دوبارہ لے لیں۔“

ولید کی زبان میں کجھلی ہوئی۔

”ایمی کہاں ہے؟“

اس نے ان شیطان کے چیلوں سے پوچھا۔

”وہ بھی آجائیں گی پہلے ہمارے ساتھ تو تھوڑا ٹائم سپنٹ کر لیں۔“

سعد نے اسے بیڈ پر بٹھایا۔ ولید اور دانش اس کے ساتھ ہی جگہ سنبھال چکے تھے۔

میرا تم لوگوں کے ساتھ ٹائم سپنٹ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ بھلا

اپنی اتنی پیاری دلہن کو چھوڑ کر تم لوگوں کی جن کے جیسی شکلیں کیوں

”دیکھوں گا میں۔“

ارے اب اتنی بھی بری شکلیں نہیں ہیں ہماری ایک تعداد ہے ”
”لڑکیوں کی جو ہم پر مرتی ہیں۔

آصف نے اپنے بال ٹھیک کرتی ہوئے کہا۔
”اچھا مجھے تو آج تک نہیں نظر آئیں وہ لڑکیاں۔“
عاطف نے اسے چڑایا۔

ہاں تو آپ ایسی بھابھی کو دیکھیں باقی لڑکیوں کو دیکھنے سے آپ کو بیلن ”
”بھی پڑ سکتا ہے۔

سعد نے اسے نہایت کوئی پتے کی بات بتائی۔
”چلو نکلو شاہاش یہاں سے مار نہیں کھاؤ مجھ سے۔“
اس نے انہیں دھمکی دی۔
”بیسٹ آف لک۔“

آصف نے اسے گلے لگایا اور باقی تینوں بھی اس کی تقلید کرتے اس سے گلے ملتے وہاں سے چلے گئے۔

ایمی کو بھی تھوڑی دیر بعد شہزین روم میں چھوڑ گئی تھی۔
 ”جی تو جناب آپ بھی اس پلان میں شامل تھیں؟“

وہ اب ایمی سے پوچھ رہا تھا۔

”جی وہ میں۔“

وہ بیچاری تو ویسے ہی اس کے سامنے کچھ نہیں بول پاتی تھی۔ اب بھی زبان تالو سے چپکی تھی۔

”آپ میرے سامنے نہیں بولتیں یا ایسے ہی خاموش رہتی ہیں؟“
 وہ جھکا اور اس کے ماتھے پر اپنے ہونٹ رکھے۔ ایمی نے نظریں جھکائیں۔

”جی تو کیا خیال ہے آپ کا ہمیں اس رات کو خاص بنانا چاہئے؟“

اجازت کے ساتھ لہجے میں شرارت تھی۔

”ج جی کیا؟“

ارے اب آپ کو اتنا تو پتہ ہی ہو گا کہ آج کی رات آپ کو جاگ کر ”
”گزارنی پڑے گی؟“

وہ تو ہونقوں کی طرح اس کی باتیں سن رہی تھی۔

وہ اب اس کی ایک ایک کر کے ساری جیولری اتار رہا تھا۔

اس نے اس کے ہاتھ سے چوڑیاں اتاریں اور ویاں اپنے لب رکھے تو وہ
کانپ گئی۔ ایسی کانپ رہی تھی اور وہ اس پر اپنی محبت نچھاوڑ کر ناچا ہتا
تھا۔

کب تک یو نہی ڈرنے کا ارادہ ہے میرا تو امی ابو کو جلد ہی داد ادا دی ”
”بنانے کا ارادہ ہے۔ ایسے گبھرائیں گی تو کیسے چلے گا؟“
وہ جھکا اور اس کی سانسیں قبضے میں لیں۔

جب تھوڑی دیر کے بعد پیچھے ہٹا تو وہ شرم سے سرخ پڑ رہی تھی۔

ارے ابھی تو ساری رات میری شدتیں برداشت کرنی ہیں ابھی سے ”
 “سرخ پڑ گئیں تو آگے کیا کریں گی؟
 وہ اسے اپنی محبت کی بارش میں بھیگا رہا تھا اور وہ شرمسار ہی تھی۔

عارف اپنے روم کے باہر پہنچا تو وہاں ان سب کو دیکھ حیران
 ہوا۔ لڑکیاں تو لڑکیاں لڑکے بھی ان کے ساتھ کھڑے تھے۔ انہوں
 نے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔
 “اب یہ سب کیا ہے؟”

عاطف نے ان سب سے پوچھا۔
 “ارے بھائی پہلے ہمیں نیگ ملے گا پھر دلہن کا دیدار۔”
 آصف نے اسے تفصیل بتائی۔
 “اچھا۔ کتنا لوٹو گے؟”

”ارے عارف بھائی بس یہی تین چار لاکھ۔“

دانش نے دانت نکوستے کہا۔

”اگر نہ دوں تو۔“

اس نے جیسے انہیں جانچا۔

”تو دلہن کا دیدار بھی نہیں ہوگا۔“

ولید نے بھی اپنا حصہ ڈالا۔

”دلہن میری ہے میں دیدار کر لوں گا۔“

”ہاں لیکن یہاں سے اندر جائیں گے تب نہ۔“

سعد کی زبان میں بھی کچھلی ہوئی۔

”بھائی دے دیں نہ۔“

مریم نے بھی بولنا ضروری سمجھا۔

”اچھا اچھا۔ یہ لو۔“

اس نے اپنا والٹ انہیں دیا۔

”کیا یاد کریں گے آپ بھی۔“

شہزین نے راستہ دیا۔

”بڑی مہربانی آپ کی۔“

یہ کہہ کر وہ اندر چلا گیا۔

”ادے یہ تو خالی ہے۔“

ایمان نے چینختے ہوئے کہا۔

”ارے تو چیک کر کے لینا تھا نہ اب وہ ہاتھ نہیں آئیں گے۔“

انانے سر پکڑ لیا۔

اب کیا ہی ہو سکتا تھا اس لیے سب اپنے روم میں چلے گئے۔

عارف روم میں آیا تو ان کی دلہن آئینے کے سامنے کھڑی تھیں۔

اس نے اسے پیچھے سے اپنے حصار میں لیا۔

”کیا ہو رہا ہے؟“

اس نے شبی سے پوچھا۔

”آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟“

شبی نے اس کا حصار توڑتے پوچھا۔

”کیا مطلب میرا روم ہے یہ۔“

عارف اس کی بات پر حیران ہی تو ہوا تھا۔

”تو میرا نہیں ہے کیا؟“

اس نے روہانسی آواز میں پوچھا۔

میں بھی تو آپ ہی کا ہوں تو میری سب چیزیں بھی آپ کی ہوں گی۔“

”نہ۔“

اس نے اس کا رخ اپنی جانب کرتے کہا۔

وہ نظروں جھکا گئی۔

”آج بھی تڑپانے کا ارادہ ہے کیا؟“

عارف نے اس کی ٹھوڑی کی مدد سے چہرہ اٹھاتے پوچھا۔

”کیا مطلب؟“

”مطلب بھی سمجھا دیں گے ابھی تو پوری رات پڑی ہے۔“

اس نے اسے باہوں میں اٹھایا۔

”مجھے نیند آرہی ہے۔“

وہ رونے والی ہوئی۔

”اچھا لیکن میں تو نہیں سونے دوں گا۔“

وہ اب اسے بیڈ پر لٹا رہا تھا۔

”اجازت ہے۔ کہ میں آپ کو اپنا بنا لوں پوری طرح۔“

وہ نظریں جھکا گئی۔

اس نے جھک کر اس ماتھے پر اپنے ہونٹ رکھے۔

اس کی آنکھوں پر اپنا لمس چھوڑا۔
وہ آنکھیں بند کر گئی۔

اس کے دونوں گالوں پر اپنے ہونٹ رکھے۔
اس نے آنکھوں کو مزید میچ لیا۔
وہ جھکا اور اس کے ہونٹوں پر قابض ہوا۔

اس کی حالت غیر ہونے لگی۔
اس کی اکھڑتی سانسیں محسوس کر کے چھوڑا اور اس کے ہونٹ کے
قریب تل پر اپنا لمس چھوڑا۔

اب وہ گستاخیاں کر رہا تھا اور شبی کبھی شرمسار ہی تھی کبھی اس کے وجود
میں پناہ تلاش کرنے لگتی۔

اسود روم میں آیا تو مینورونے میں مصروف تھی۔

وہ تو پریشان ہی ہو گیا۔

”کیا ہوا آپ رو کیوں رہی ہیں؟“

وہ واقعی میں پریشان ہو چکا تھا۔

وہ کچھ نہ بولی۔

”بتائیں نہ طبیعت خراب ہے کیا؟“

وہ اب اس کے پاس بیٹھ کر پوچھ رہا تھا اور وہ ابھی بھی رونے میں مصروف تھی۔

”کیا ہوا ہے پلیز بتائیں تو سہی؟“

”وہ مجھے ماما پاپا بھائی کی یاد آرہی ہے۔“

اس کی سوسوسوں کر کے بتانے پر وہ ہنس دیا۔

”آپ ہنس کیوں رہے ہیں؟“

وہ خفا ہوئی۔

”آپ اتنی سی بات پر روئیں گی تو پھر ایسے ہی ہنسوں گا نہ۔“

وہ مسکرا رہا تھا۔

”اتنی سی بات ہے یہ آپ کے لیے۔ آپ رخصت ہوتے تو پتہ چلتا۔“

وہ اس کی شکایت اسی سے کر رہی تھی۔

”اچھا“

وہ پھر مسکرایا۔

”آپ اتنا مسکرا کیوں رہے ہیں؟“

وہ اس کے مسکرا نے کی وجہ سمجھ نہیں پائی۔

”مسکرا نے کی وجہ جو مل گئی ہے۔“

اس کا اشارہ کس طرف ہے وہ مینو سمجھ چکی تھی اس لیے سر جھکا گئی۔

نرمین میں آپ سے کوئی لمبے چھوڑے وعدے نہیں کروں گا۔ یہ

نہیں کہوں گا کہ میں آپ کے لیے چاند تارے توڑ کر لاؤں گا۔ لیکن

جہاں آپ کو ضرورت ہوئی آپ مجھے اپنے ساتھ پائیں گی۔ جب کبھی آپ لڑکھڑائیں میں آپ کو تھام لوں گا۔ اور ہمیشہ آپ کے ساتھ رہوں گا۔ اگر آپ چاہیں تو میں گھر کے کاموں میں آپ کی مدد بھی کرواؤں گا۔ آپ کے ناول کے ہیروز کی طرح۔ عمر حیات کی طرح کپڑے اور فارس غازی کی طرح برتن بھی دھودوں گا۔ وہ سنجیدگی سے بولتے ہوئے آخری شریر ہوا تو وہ بھی ہنس دی۔ ایسے ہی ہنستا ہوا رکھوں گا آپ کو۔ آپ چیخ کر لیں تھک گئی ہوں۔“

وہ چیخ کر کے واپس آئی تو اسود بھی اس کا انتظار کر رہا تھا۔

”آپ وہاں کیوں کھڑی ہیں؟“

اسے وہیں کھڑے دیکھ اسود نے پوچھا۔

”آکر سو جائیں۔ تھک گئی ہوں گی۔“

وہ بیڈ کے کونے پر لیٹ گئی۔

آپ کو مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں آپ کے ساتھ ”

“رشتہ آپ کی مرضی کے بغیر نہیں آگے بڑھاؤں گا۔

وہ اسے تسلی دے رہا تھا اور مینو تو اس بات پر حیران تھی کہ وہ اپنا حق

چھوڑ کر اس کی مرضی کو اہمیت دے رہا تھا۔ وہ بھی پرسکون ہو گئی۔

رانیہ اور حمود بیڈ پر لیٹے تھے۔

“سب کچھ اچھا ہو گیا نہ۔”

رانیہ نے حمود سے پوچھا۔

“جی۔ اب اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟”

“کیا مطلب؟”

حمود کے پوچھنے پر رانیہ نے حیرانگی سے پوچھا۔

”مطلب یہ کہ ہم بھی اپنی شادی کی رات پھر سے تازہ نہ کر لیں۔“

وہ شریر ہوا۔

”میں تھک گئی ہوں۔“

رانیہ روہانسی آواز میں بولی۔

”اچھا اچھا سو جائیں۔“

اس نے بھی اسے تنگ کرنے کا ارادہ ترک کیا اور اسے اپنے حصار میں لیتے سو گیا۔

Zubi Novels Zone

”آپ کچن میں کیا کر رہے ہیں؟“

حبہ جو اپنے روم میں جا رہی تھی کچن میں کھٹ پھٹ کی آواز پر وہیں آ گئی۔

”کافی بنا رہا تھا آپ پیس گئی؟“

وہ کپ میں چبچ چلاتے ہوئے اس سے پوچھ رہا تھا وہ نفی میں سر ہلا گئی۔
،،لیکن میری فیوچر کافی پاڑ ٹنر تو آپ ہی ہوں گی۔“
وہ کافی بناتے ہوئے اسے کہی بیٹھا
،،جی۔“

وہ حیران ہوئی۔

اپنی بات کا ادا رک ہوا تو وہ خود کو کو سنانہ بھولا۔
،،کچھ نہیں۔“

اس نے سر کجھایا۔

،،اچھا میں سونے جا رہی ہوں۔“

وہ کہہ کر چلی گئی۔

،،اچھا گڈ نائٹ۔“

حنان نے اسے وش کیا۔

”گڈ نائٹ۔“

وہ بھی دوش کر کے آگے بڑھ گئی۔

رانیہ کچن میں کھڑی کوئی کام کر رہی تھی۔ وہ آج شادی کے بعد پہلی بار کھانا بنارہی تھی۔ وہ حمود کا فیورٹ کھانا بنارہی تھی۔ وہ اچھی بیوی کی طرح پہلے اس کے لیے کھانا بنا کر پھر مشرقی بیویوں کی طرح تیار ہونے والی تھی۔ اس نے سارا کھانا بنا کر رکھ دیا اور خود کمرے میں تیار ہونے کے لیے چلی گئی۔ اس کی خالہ اور خالو کسی کی شادی پر گئے تھے۔ وہ لیٹ واپس آنے والے تھے۔ نوری کو بھی رانی نے کچن سے نکال دیا تھا۔ حمود گھر آیا تو اس نے دیکھا گھر میں بالکل خاموشی تھی۔

”سب لوگ کہاں ہیں۔ اتنی خاموشی۔“

وہ ہال میں داخل ہوتے وقت حیرت سے خود سے بولا۔

”ارے ہاں امی ابو تو شادی میں گئے ہیں۔“

اسے یاد آیا کہ اس کے امی ابو تو شادی میں گئے تھے۔

”لیکن نیہ کہاں ہیں۔ وہ بھی تو نظر نہیں آرہیں۔“

وہ رانیہ کے نظر نہ آنے پر حیران ہوا۔

وہ کمرے میں آیا تو کچھ دیر کے لیے کھوسا گیا۔ سامنے ہی نیہ اس کے

فیورٹ بلیک کلر کا ڈریس پہنے کھڑی تھی۔ دونوں کانوں میں چھوٹے

چھوٹے وائٹ ایئر رنگز پہن رکھے تھے۔ گلے میں لاکٹ پہن رکھا

تھا۔ ہاتھوں میں بھر بھر کر چوڑیاں پہن رکھی تھیں۔ اس وقت وہ اسے

کوئی حور ہی معلوم ہوئی تھی۔ ڈوپٹہ بیڈ پر پڑا تھا اور وہ میڈم خود اپنے

سینڈل سے جدوجہد کر رہی تھی بلکہ یہ کہنا بجا ہو گا کہ وہ اپنے سینڈل

سے جنگ کر رہی تھی۔ اسکی سٹریپ بند ہی نہیں ہو کے دے رہی تھی۔ حمود اپنا لپ ٹاپ رکھ کر اس کے قریب گیا اور اس کے قدموں میں بیٹھ گیا۔ اس کا پاؤں اپنے گٹھنے پر رکھ کر اس کے سینڈل کی سٹریپ بند کرنے لگا۔

”ارے آپ کب آئے؟“

اس نے اسے نہیں دیکھا تھا۔

”جب آپ اپنے جوتے سے جنگ کر رہی تھیں۔“

اس نے اس کے سینڈل کا سٹریپ بند کرتے ہوئے کہا۔

”میں نے دھیان نہیں دیا۔“

”ویسے یہ اتنی تیاری کس لیے کہیں جانا ہے کیا؟“

اس نے کھڑے ہوتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں تو کہیں بھی نہیں جانا۔“

اس نے اپنے ہاتھ مسلتے ہوئے جواب دیا۔ تیاری تو کر لی تھی لیکن اب بتائے کیسے سمجھ نہیں آرہا تھا۔ حمود نے اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیا۔

”کیوں ظلم کرتی ہیں ان پر۔“

وہ اس کے ہاتھوں کو پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچ گیا۔ وہ اس کے سینے سے ٹکرائی۔

ہم تو پہلے سے ہی آپ کے اسیر ہیں جناب یہ سب کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

وہ اس کی ٹھوڑی کو پکڑ کر اس کا چہرہ اپنی طرف کرتے ہوئے بولا۔

”وہ میں آپ کے لیے کھانا گرم کر دیتی ہوں۔“

رانیہ نے بہانے سے وہاں سے جانا چاہا۔ اس نے اپنے ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کی لیکن گرفت قابل ستائش تھی۔

”پلیز چھوڑیں نہ۔“

وہ منمنائی۔

”چھڑوا لیں نہ۔“

وہ شرارت پر آمادہ ہوا۔

”حمود۔“

رانیہ نے پکارا۔

”جی حمود کی جان۔“

اس کے ایسے مخاطب کرنے پر رانیہ جھنپ کر نگائیں جھکا گئی۔

”کیا ہوا؟“

اس نے اسے سینے سے لگایا۔

”آپ کو بھوک نہیں لگی کیا؟“

وہ اس کے سینے سے لگی اس سے بولی۔

”بھوک تو نہیں لگی البتہ پیاس بہت لگی ہے مٹادیں نہ میری پیاس۔“
وہ خمار آلود لہجے میں بولا۔ رانیہ نے تھوڑا سا اوپر کر کے اس کی طرف
دیکھا تو حمود نے اس کے ماتھے کو لبوں سے چھو لیا۔
”کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا۔ چلیں نہ۔“

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر بولی۔

”اچھا میری چھوٹوسی جانو مانو چلیں۔“
وہ اس کے گال کھینچتا ہوا اس کا ہاتھ پکڑ کر کچن کی طرف چلا گیا۔
”کھانا آپ نے بنایا ہے؟“

وہ اس کے لیے کھانا سرو کر رہی تھی جب حمود نے پوچھا۔
”جی۔“

اس نے اپنی لٹ کو کان کے پیچھے اڑتے کہا۔
”اچھا تو آپ کھانا نہیں کھائیں گی کیا؟“

اس نے کھانا شروع کرنے سے پہلے پوچھا۔
”کھاؤں گی۔“

”تو پھر آجائیں نہ۔“

اس نے اسے بیٹھنے کے لیے کہا۔

وہ اس کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھنے لگی تو اس نے اسے کھینچا وہ اس کی گود میں گری۔ رانیہ وہاں سے اٹھنے لگی لگی تو اس نے اس کی کمر کے گرد اپنے بازو رکھ لیے۔

”کہاں جا رہی ہیں؟“

وہ اس کی طرف دیکھ کر اس سے پوچھنے لگا۔

”وہ میں وہاں اس کرسی پر بیٹھ جاتی ہوں۔“

وہ اس کے ساتھ والی کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔

”جی نہیں آپ یہیں بیٹھیں گی اور یہیں پر بیٹھ کر کھانا کھائیں گی۔“

وہ اسے حکم دیتا ہوا بولا۔

وہ بھی چپ چاپ وہیں بیٹھ گئی۔ حمود نے چچ میں بریانی ڈال کر اس کے منہ کی طرف بڑھائی تو اس نے اپنے منہ میں ڈال دی۔

”مجھے نہیں کھلائیں گی کیا اپنے ہاتھ سے کھانا؟“

اس نے رانیہ سے آنکھوں میں شرارت لیے پوچھا۔ رانیہ نے چچ اس کی طرف بڑھائی تو حمود نے اسے تھوڑا قریب آنے کو کہا۔ وہ قریب آئی تو حمود جھکا اور اس کے گال پر ہونٹ رکھے۔ چچ رانیہ کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے جا گرا۔

”ارے کیا ہو گیا رانیہ؟“

حمود نے مسکراہٹ دباتے پوچھا۔ رانیہ نے حلق تر کر کے اس کی طرف دیکھا۔ اس نے پھر سے دوسرا چچ لیا اور اس کے منہ کی طرف بڑھایا تو

حمود نے اس کے دوسرے گال پر ہونٹ رکھ دیے۔ پھر سے چیخ رانیہ
کے ہاتھ سے نیچے گرا۔
”مت کریں نہ پلیز۔“
رانیہ نے منت کی۔
”کیا نہ کروں؟“

اس کی آنکھوں میں ہنوز شرارت تھی۔
”مجھے نہیں کھانا کھانا آپ کو۔“
وہ وہاں سے اٹھنے لگی تو حمود نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے واپس بٹھایا۔
”اچھا اچھا اب کچھ نہیں کروں گا پکا۔“
وہ شرافت سے بولا۔

وہ بھی واپس بیٹھ گئی۔ اب حمود اسے بھی کھانا کھلا رہا تھا اور خود بھی
شرافت سے کھا رہا تھا۔ کھانے کے بعد وہ دونوں روم میں چلے

گئے۔ حمود چینیج کر کے واپس آیا تو اس نے دیکھا رانیہ ڈریسنگ کے سامنے کھڑی اپنی ایئر رنگز اتارنے لگی تھی۔

ارے یہ کیا بھی تو میں نے آپ کو سراہا بھی نہیں اور آپ چینیج کرنے لگی ہیں۔ جب یہ ساری تیاری میرے لیے کی ہے تو پھر مجھے سراہنے بھی ”تو دیں۔“

وہ اس کی کمر کے گرد اپنے ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

”ویسے پیاری لگ رہیں ہیں۔“

حمود نے اس کا رخ اپنی طرف کرتے کہا۔

”میں تھک گئی ہوں چینیج کرنا چاہتی ہوں پلیز۔“

اتنی بھی کیا جلدی ہے اور جہاں تک بات ہے تھکاوٹ کی تو میں آپ ”

”کی تھکاوٹ دور کر دوں گا اور چینیج بھی کروادوں گا۔“

وہ اسے باہوں میں بھر کر بیڈ تک لایا اور اسے بیڈ پر بٹھایا۔ اپنا سر اس کی گود میں رکھ کر لیٹ گیا۔ رانیہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔
”میرا سرد بادیں نہ پلینز بہت درد ہو رہا ہے۔“

وہ اس کا ایک ہاتھ اپنے ہاتھ میں اور دوسرا اپنے سر پر رکھتے ہوئے بولا۔ وہ اس کا سرد بار ہی تھی جب حمود نے پوچھا۔
”ویسے ہم اپنے بچوں کے نام کیا رکھیں گے نیہ؟“
وہ شرارت پر آمادہ تھا۔

اس کے سوال پر رانیہ بوکھلائی اور اپنا ہاتھ چھڑوانا چاہا لیکن حمود نے مزید سختی سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

”آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا نیہ۔“

حمود نے اپنی بات دہرائی۔

”مجھے نہیں پتہ۔“

وہ شرم سے سرخ پڑی۔

ارے کیوں نہیں پتہ جب بچے ہمارے ہوں گے تو نام بھی تو ہم ہی ”
”سوچیں گے نہ میری جان۔

وہ اس کا ہاتھ لبوں سے لگاتے ہوئے بولا۔

”جب ہوں گے تو دیکھ لیں گے نہ۔“

اس نے جان چھڑائی۔

”اچھا ویسے ہمارے کتنے بچے ہوں گے؟“

وہ ابھی بھی شرارت پر آمادہ تھا۔

”چار پانچ تو ہوں گے نہ۔“

رانیہ نے کوئی جواب نہ دیا تو اس نے پوچھا۔

”جی نہیں صرف ایک۔“

وہ نروٹھے پن سے بولی۔

ہاں ویسے جتنا آپ مجھ سے شرماتی ہیں اس طرح تو پھر ایک ہی ہوں ”
”گا۔

وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ اور پھر اٹھ کر اسے لٹایا اور خود اس
کے اوپر جھکا۔

اچھا تو پھر کیا ارادہ ہے ابھی سے کوشش کریں گے تو ہی چار پانچ بچے ”
”ہوں گے نہ۔

وہ اس کا گال سہلاتے ہوئے بولا۔ اس کی حرکت پر رانیہ کے گال تپنے
لگے۔

”آپ کے تو سر میں درد نہیں تھا۔“

اس نے حمود سے پوچھا۔

”تو آپ ٹھیک کر دیں نہ۔“

اب وہ اس کے لبوں کو انگھوٹے سے سہلارہا تھا۔ وہ جھکا اور اس کے چہرے پر شرارت تھی۔ اس کی حرکت پر وہ سرخ پڑی۔ حمود جھکا اور اس کی گردن کو اپنے لبوں سے چھوا۔ رانیہ کی حالت تو ایسی تھی کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ اس نے اس کی گردن سے چہرہ نکالا اور اس کے گالوں پر لب رکھے۔ پھر اس کی آنکھوں پر۔

”پلیز مت کریں نہ۔“

وہ اس کی حرکت پر خود میں ہی سمت گئی۔

ابھی تو کچھ بھی نہیں کیا ہے لیکن بہت کچھ کرنے کا ارادہ ضرور رکھتا۔“

ہوں میری جان اور آپ کے روکنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ آج

”میں نہیں رکنے والا۔“

یہ کہہ کر اس نے کمرے میں لگی اکلوتی لائٹ بھی بجھا دی اور پوری طرح اس پر قابض ہو گیا۔ اپنی منمنائیاں کرنے کے بعد اس نے اسے سونے کی اجازت دی۔

صبح حمود کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا رانیہ بہت سکون سے اسی کے سینے پر سر رکھے سو رہی تھی۔ اس نے اسے اٹھایا۔

انیہ اٹھ کر فریش ہو جائیں۔ پھر نماز بھی پڑھنی ہے لیٹ ہو جائیں۔“

،،گی۔

اس نے اسے آواز دی۔

رانیہ نے مندی مندی آنکھیں کھولیں تو اسے حمود کا چہرہ نظر آیا۔ وہ اٹھی اور فریش ہونے چلی گئی فریش ہو کر واپس آئی تو حمود نماز پر جا چکا

تھا۔ اس نے نماز پڑھی اور پھر سونے کے لیے لیٹ گئی۔ ابھی وہ لیٹی سونے کی کوشش میں ہی تھی کہ حمود آگیا۔

”سو گئیں ہیں کیا؟“

رانیہ جو حمود کو دیکھ آنکھیں بند کر گئی تھی اور حمود اس کی یہ حرکت نوٹ کر چکا تھا اس نے پوچھا۔ رانیہ نے آنکھیں مزید زور سے میچی۔ حمود نے اس کی اس حرکت پر مسکراہٹ چھائی۔

لگتا ہے یہ تو سو گئیں چلو اچھا ہے میں آرام سے اپنی منمائی کر سکتا”

”ہوں۔“

وہ یہ کہہ کر ابھی رانیہ کے چہرے پر جھکا ہی تھا کہ رانیہ جلدی سے اپنی آنکھیں کھول گئی۔

”کیا کر رہے ہیں آپ؟“

رانیہ نے خود پر جھکے حمود سے پوچھا۔

”میں کیا کر رہا ہوں اور یہ کیا آپ تو سو نہیں رہیں تھیں کیا؟“

وہ انجان بنا۔

”یا پھر مجھے دکھانے کے لیے ڈرامہ کر رہی تھیں۔“

اس نے اس کے ساتھ لیٹتے اسے اپنے حصار میں لیتے ہوئے پوچھا۔

”میں تو سو ہی رہی تھی۔“

وہ جمائی لیتے ہوئے بولی۔

”اچھا تو پھر اتنی جلدی کیوں اٹھ گئیں؟“

اس نے اس کے ہاتھ کو لبوں سے لگاتے پوچھا۔

”مجھے سونا ہے رات بھی ساری آپ نے نہیں سونے دیا۔“

وہ شکایت کرتے ہوئے بولی۔

”اچھا کیوں میں نے کیا کیا ایسا؟“

وہ انجان بنا۔

رانیہ کے گال اس کی بات پر پھر سرخ پڑے۔

”ارے آپ تو ذرا اسی بات پر سرخ پڑ جاتی ہیں۔“

وہ اس کے لبوں کو ایک بار پھر اپنی گرفت میں لے چکا تھا۔ رانیہ سانس تک روک گئی۔ وہ پیچھے ہوا اور اس کا سرخ چہرہ دیکھ کر ہنسا۔

”اچھا اچھا سو جائیں۔“

”ایک بات پوچھوں؟“

رانیہ نے اجازت چائی۔

”آپ کو اجازت کی کیا ضرورت میری جان۔“

”آپ کو مجھ سے محبت کب ہوئی؟“

اس نے پوچھا۔

پتہ نہیں محبت کب ہوئی آپ سے۔ بھلا محبت کہاں سوچ سمجھ کر کی

جاتی ہے وہ تو بس ہو جاتی ہے جیسے مجھے ہوئی آپ سے۔ اور پھر میں کب

آپ کا ہوا۔ کب آپ کا عشق میری رگوں میں خون کی طرح ڈورنے لگا
میری ڈھرکنیں آپ کا نام لینے لگیں مجھے پتہ ہی نہیں چلا اور اب تو ایسا
حال ہے کہ اگر تھوڑی دیر بھی آپ سامنے نہ ہوں تو دل بند ہونے لگتا
ہے۔ کیا آپ ہمیشہ میرے سامنے میرے ساتھ رہی گی نیہ؟

وہ اس کے سوال کا جواب دیتے ہوئے آخر میں اس سے پوچھنے لگا۔ رانیہ
نے بھی اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں رکھ دیا۔

میں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہوں گی۔ کبھی آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں۔
گی کیونکہ میں بھی آپ سے محبت کرنے لگی ہوں اور محبت بھی ایسی کہ
شاہد کچھ ہی عرصے میں یہ عشق بن جائے گی اور میں آپ سے دور
جانے کا تصور بھی نہیں کر سکوں گی۔

اس نے بھی جواب میں اظہار کیا تو حمود پر سکون ہو گیا۔

ارے کہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہا نہ میری بیوی آج مجھ سے ”
”شرمانے کی بجائے اپنی محبت کا اظہار کر رہی ہے۔

وہ مسکراتے ہوئے چھیڑ رہا تھا۔

”نہیں آپ کوئی خواب نہیں دیکھ رہے۔ میں آپ کی ہی بیوی ہوں اور ”
”اظہار کر رہی ہوں۔

اس نے اس کے سینے پر سر رکھ کر کہا۔ حمود نے اس کے ماتھے پر ہونٹ
رکھے۔ اور پر سکون ہو کر آنکھیں موند گیا۔
رانیہ بھی آنکھیں بند کر گئی۔

عارف اور شبانہ ہنی مون پر آئے تھے۔ اور انہیں آئے ہوئے تین دن
ہو چکے تھے۔ شبانہ تو عارف سے دور بھاگ رہی تھی۔ ولیمے کے اگلے
دن ہی وہ دونوں ہنی مون کے لیے آئے تھے اور شبانہ تو شادی کی رات

اس کی شدتیں دیکھ کر اتنی گبھرا گئی تھی کہ اس کے قریب بھی نہیں بھٹکتی تھی۔ صبح وہ وہ دونوں گھومنے چلے جاتے اور رات دیر سے واپس آتے تو شبی تھکاوٹ کا بہانہ بنا کر کے سو جاتی۔ عارف بھی اسے کچھ نہ کہتا لیکن آج تو عارف نے سوچ لیا تھا کی وہ شبی کے ساتھ گھر میں ہی ٹائم سپنٹ کرے گا اور کہیں بھی باہر نہیں جائے گا۔ وہ صبح تیار ہوئی اور اسے باہر جانے کے لیے کہا تھا لیکن عارف نے طبیعت خرابی کا بہانہ بنا کر اسے ٹال دیا۔ تو اس نے بھی اصرار نہیں کیا۔ وہ کپڑے چینج کرنے جا رہی تھی جب عارف نے اسے کپڑے بدلنے سے منع کر دیا اور اپنے پاس بیٹھنے کو کہا تو وہ بھی اس کے پاس بیٹھ گئی۔ وہ اس وقت آف وائٹ کلر کالانگ فرائک پہنے اور ساتھ لائٹ سی جیولری پہنے کسی نئی نوپلی دلہن کی طرح تیار تھی اور سیدھا عارف کے دل میں اتر رہی تھی۔ صبح سے شام تک تو وہ دونوں کمرے میں ہی رہے۔ شام ہوئی تو عارف اسے

لے کر ٹیرس تک آگیا تھا۔ وہاں آکر شبی حیرت سے اس جگہ کو دیکھ رہی تھی کیوں کہ وہ اس وقت گلاب کے پھولوں سے مہک رہا تھا۔ پھول اور فیری لائٹس اس جگہ کو مزید حسین بنا رہی تھیں۔
”یہ سب کیا ہے عافی؟“

اس نے عارف سے پوچھا۔ عارف کے کہنے پر وہ اب اسے عافی ہی کہنے لگی تھی۔

”آپ کو کیا لگتا ہے کیا ہے؟“
اس نے اسے پیچھے سے اپنے حصار میں لیتے کہا اور اپنی ٹھوڑی اس کے کندھے پر رکھ دی۔

”یہ سب میرے لیا کیا ہے کیا آپ نے؟“
وہ خوشی سے اس سے پوچھتے ہوئے بولی۔

نہیں آپ کے لیے کہاں یہ سب تو میں نے اپنی پی۔ اے کے لیے کیا”
”ہے اسے بھی تو ساتھ لایا ہوں نا میں۔

وہ اسے تنگ کرتے ہوئے بولا۔

شبّی نے اس کی بات پر اس کا حصار توڑا اور وہاں سے جانے لگی جب
عارف نے اسے واپس اپنی طرف کھنچا اور پھر سے اپنے حصار میں لے
لیا۔

چھوڑیں مجھے اسی پی اے کے پاس جائیں جس کے لیے یہ سب کیا ہے”
”آپ نے۔

وہ منہ بسور کر بولتے اسے اتنی پیاری لگی کہ بے ساختہ ہی اس نے اس کا
گال چوم لیا۔ وہ اس پر اپنا حق جتا رہی تھی اور عارف یہی تو چاہتا تھا۔
میری بیوی کو غصہ آرہا ہے ویسے ایسے بولتے وقت آپ بالکل بیوی”
”لگ رہی ہیں میری۔

اس نے اس کا دوسرا گال بھی لبوں سے چھوا۔ اس کا لمس اسے کانپنے پر مجبور کر رہا تھا۔

ویسے میں نے یہ سب اس لیے کیا ہے تاکہ آپ کو بتا سکوں کہ میں کتنا ”پیار کرتا ہوں آپ سے بیوی۔“

وہ اسی چیز سے تو بھاگ رہی تھی اور وہ اس پر اپنی شدتیں لٹانا چاہتا تھا۔ آپ کی روح میں اترنا چاہتا ہوں۔ آپ کو اپنے رنگ میں رنگنا چاہتا ہوں۔ پوری طرح آپ کو اپنا بنانا چاہتا ہوں۔ آپ کو محسوس کرنا چاہتا ہوں۔ کیا مجھے اجازت ہے کہ آج کی رات ہم ایک ہو جائیں۔

وہ اس کا رخ اپنی جانب کر کے اس سے اجازت مانگ رہا تھا اور شبی حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ کیسا انسان تھا کہ سارے حق اس پر رکھتے ہوئے بھی وہ اس سے اجازت مانگ رہا تھا۔ وہ کچھ بول نہیں پائی۔ اس نے اسے سائیڈ پر بنے ایک ٹیبل پر بٹھایا جس پر کھانا پڑا تھا وہ

اسے کھانا کھاتے ہوئے دیکھ رہا تھا اور وہ اس کی موجودگی میں ٹھیک سے کھا ہی نہیں پار ہی تھی تو عارف کھانا کھا کر وہاں سے اسے یہ کہتے ایک سائیڈ پر ہو گیا۔

کھانا کھا لیں بہت ضرورت پڑنے والی ہے آپ کو اس کی آج ”
رات۔ میں نہیں چاہتا کہ میری یہ نازک سی بیوی میری شدتیں
” برداشت کر رہے ہوئے بے ہوش ہو جائے۔
وہ تو ویسے ہی اس سے ڈر رہی تھی جو کسر رہتی تھی وہ اس کی باتوں نے
پوری کر دی تھی۔ اب کھانا کیا خاک کھایا جانا تھا اس سے۔ اس نے بس
کچھ ہی نوالے زبردستی اپنے حلق سے نیچے اتارے۔ اس کے بعد وہ اس
کے ساتھ آکر کھڑی ہو گئی۔
” کھالیا کھانا؟ ”

عارف نے اس کا گال سہلاتے ہوئے پوچھا وہ سرخ پڑی تھی اس کی حرکت پر۔

”جی۔“

وہ بس یہی جواب دے سکی تھی۔

”اچھا تو پھر اب میری بھوک مٹانے کا بھی انتظام کیجیے جناب۔“

وہ اس کے ہونٹوں کو انگھوٹے سے سہلاتے ہوئے بولا تو اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنہاٹ دور گئی۔

”کیا خیال ہے پھر۔“

عارف اس کے انتہائی نزدیک کھڑا اس سے پوچھ رہا تھا۔

”کس بارے میں؟“

اس کی ہتھیلیاں بھیک چکی تھی۔

”آپ سے میں نے کسی چیز کی اجازت مانگی تھی۔“

وہ اب پھر اس سے اجازت مانگ رہا تھا۔ وہ سر جھکا گئی۔
”تو اسے میں ہاں سمجھوں۔“

اس کے پوچھنے پر وہ مزید سر جھکا گئی۔ وہ جھکا اور اس کے لبوں کو اپنی قید
میں لیا۔ جب تھوڑی دیر بعد وہ اپنی منمنائیاں کر کے پیچھے ہٹا تو اس کا چہرہ
سرخ تھا۔

کیا ہو گیا اتنی سرخ کیوں پڑ رہیں۔ ابھی تو ساری رات پڑی ہے اگر
”ایسے ہی شرماتی رہیں تو میں رومانس کیسے کر پاؤں گا؟“

وہ اسے باہوں میں اٹھا کر وہاں بچھے میسٹرس تک لایا اور اس کو وہاں لٹا
دیا۔ اس نے اس کے ماتھے پر ہونٹ رکھے تو اس نے آنکھیں بند
کیں۔ اس کی ناک پر اپنے لب رکھے تو اس نے اپنی آنکھیں مزید زور
سے میچیں۔ اس نے اس کے دونوں گالوں پر اپنے لب رکھے تو شبانہ نے

اس کی شرٹ کو مٹھیوں میں جکڑ لیا۔ عارف اس کی اس حرکت پر مسکرایا۔ اور اس کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے بولا۔

اگر آپ مجھے شرٹ کے بغیر دیکھنا چاہتی ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ”

”ہے ویسے۔“

اس کی سرگوشی پر شبانہ نے آنکھیں پٹ سے کھولیں۔ اور پوری آنکھیں کھولے اسے دیکھا۔

”کیا ہوا؟ اتار دوں پھر شرٹ ہم۔“

وہ اس سے پوچھ رہا تھا تو شبانہ نے فوراً سے نفی میں سر ہلایا۔

کیوں میں تو اتاروں گا آخر میری بیوی کو بھی تو مجھے دیکھنے کا پورا حق ”

”ہے۔ تو وہ کیوں اس سے محروم رہے۔“

یہ کہہ کر اس نے اپنی شرٹ کے بٹن کھولے شبی نے جلدی سے اپنی آنکھیں بند کیں۔ اس نے شرٹ اتاری اور اسے مخاطب کیا۔

”آ نکھیں کھولیں بیوی۔“

اس نے نفی میں سر ہلایا۔

”میں کچھ کہہ رہا ہوں نابیوی۔“

اس نے آنکھیں کھولیں تو اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر عارف بوکھلا گیا۔

”کیا ہو گیا رو کیوں رہیں ہیں بیوی؟“

اس نے اس سے نرمی سے پوچھا۔

”وہ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔“

وہ اس سے اپنے رونے کی وجہ بتا گئی۔

کیوں ڈر لگ رہا ہے میں یہیں ہوں نا آپ کے پاس پھر اس ڈر کی ”وجہ۔“

اس نے اس کے آنسو اپنے لبوں سے چن لیے۔

”آپ ہی سے تو ڈر لگ رہا ہے۔“

وہ اس سے اس کی ہی شکایت کرتے ہوئے بولی۔ عارف اس کی بات پر مسکرایا۔

”آپ مسکرا کیوں رہے ہیں؟“

اسے مسکراتے دیکھ شبنی نے حیرت سے پوچھا۔

ارے میری بیوی کو مجھ سے کیوں ڈر لگ رہا ہے۔ میں کیا کھا جاؤں گا؟“

”آپ کو۔“

وہ اس سے مذاق کرتے بولا۔

”کیا پتہ ارادہ تو یہی لگ رہی ہے۔“

وہ سوں سوں کرتے بولی۔

ویسے نیت تو میری واقعی بہت خراب ہو رہی ہے آپ کو دیکھ کر اب

”اس میں میری کیا غلطی آپ ہیں ہی اتنی پیاری۔“

وہ اس کے ناک سے ناک سہلاتے ہوئے بولا۔

”مجھے نیند آرہی ہے۔ سونا ہے۔“

وہ اس کی نرمی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بولی۔

آں ماں۔ سونے کی اجازت تو نہیں مل سکتی ہے آج آپ کو بیوی آج

مجھے سکون چاہئے آپ سے اور وہ تو آپ کو دینا ہی پڑے گا آپ خود

”اجازت دے چکی ہیں۔“

یہ کہہ کر وہ اس کی گردن پر جھکا اور اس کی گردن کو اپنے لمس سے

مہکانے لگا۔ وہاں سے ہوتے اس نے اس کے لب کے پاس تل پر اپنے

لب رکھے۔ پہلے پہل اس نے مزاحمت کی۔ لیکن پھر ترک کر کے اپنی

باہیں اس کے گلے میں ڈال دیں۔ عارف اس کی خود سپردگی پر مسکرایا وہ

ساری رات اس پر اپنی شدتیں نچھاوڑ کرتا رہا اور وہ چپ چاپ سہتی

رہی۔

صبح شبانہ کی آنکھ کھلی تو اس نے خود کو بیڈ پر پایا۔ وہ حیران تھی رات کو وہ ٹیرس پر تھی پھر اب یہاں کیسے آگئی تھی۔ وہ اٹھی اور منہ ہاتھ دھو کر کچن میں چلی گئی۔ وہاں عارف پہلے سے موجود تھا۔ اور ناشتہ بنا رہا تھا۔

”آپ نے مجھے کیوں نہیں اٹھایا۔ میں بنا دیتی ناشتہ۔“

وہ اس کے ساتھ کھڑی ہوتی ہوئی بولی۔

کوئی بات نہیں بیوی ساری رات جاگ جاگ کر آپ کی نیند پوری

”نہیں ہوئی تو میں نے سوچا میں ہی ناشتہ بنا دوں۔“

وہ شرارت سے بولا تو شبانہ نظریں جھکا گئی۔

آپ فکر مت کریں بہت اچھی کوکنگ کرتا ہوں میں میرے ہاتھ کا

ناشتہ کر کے آپ کو مایوسی نہیں ہوگی بلکہ آپ کہیں گی کہ روز آپ

”میرے ہاتھ کا ہی ناشتہ کریں۔“

وہ اپنی کوکنگ کی تعریف کرتے ہوئے بولا۔

”آپ بیٹھیں میں ناشتہ لگا دیتا ہوں۔“

شبانہ جا کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ عارف نے ناشتہ لگایا۔ اور اسے شروع کرنے کا کہا۔ وہ ناشتہ کر رہی تھی اور عارف تو بس اسے دیکھ رہا تھا۔

”نہیں کریں نہ۔“

وہ نظریں جھکائے بولی۔

”کیا نہ کروں بیوی؟“

عارف نے پوچھا۔

”مجھے ایسے نہیں دیکھیں مجھے شرم آتی ہے نہ۔“

۔ وہ اس کا منہ اپنے ہاتھ سے دوسری طرف کرتے ہوئے بولی۔

مجھ سے کیوں شرماتی ہیں آپ شوہر ہوں میں آپ کو دیکھنے کا پورا حق ”

”رکھتا ہوں اور آپ مجھے منع نہیں کر سکتیں۔“

وہ اس کا وہی ہاتھ لبوں سے لگا گیا۔

اچھا ناشتہ کریں میں نہیں چاہتا میری بیوی میری وجہ سے بھوکی ”
”رہے۔

وہ اسے مزید تنگ کرنے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے بولا۔

وہ بھی ناشتہ کرنے لگا۔

وہ دونوں ہفتے بعد واپس آئے تھے اور شبی تو عارف کی محبت سے مزید
نکھر گئی تھی اور کچھ حد تک اس کا ڈر بھی ختم ہو چکا تھا۔ وہ اب کھل کر
عارف سے بات کر لیتی۔ وہ دونوں آج شبانہ کے گھر آئے تھے۔
”ویسے مجھے ممانی بنانے کا انتظام تو کر کے لائی ہونہ۔“

رانیہ کی بے باک بات پر وہ سرخ پڑی تھی۔ اس کی نگاہیں بلا ارادہ ہی
عارف کی طرف اٹھی تھیں وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا اس کے دیکھنے پر اپنی

بائیں آنکھ دبا گیا تو وہ جھپٹ کر نگاہیں جھکا گئی۔ کھانے کے بعد وہ دونوں آرام کرنے کی غرض سے کمرے میں آئے تو عارف نے شبی کو گھیر لیا۔

”اتنی دیر کیوں لگا دی آنے میں۔ کب سے آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔“ وہ اسے اپنے حصار میں لیتے بولا۔

”آپ مجھ سے ناراض ہیں کیا؟“

شبی کو لگا وہ اس کے لیٹ آنے پر ناراض ہے۔ اس کے اس معصومیت سے پوچھنے پر عارف کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے لیکن فلوقت اسے تنگ کرنا چاہتا تو چھپا گیا۔

”جی میں ناراض ہوں اب منائیں مجھے۔“

اس نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”لیکن مجھے منانا نہیں آتا۔“

وہ اپنی انگلیاں مسلتے ہوئے بولی۔

”اچھا تو میں سکھا دیتا ہوں نہ۔“

وہ اسے کھینچ کر اپنی گود میں بٹھاتے ہوئے بولا۔

”کیا کر رہے ہیں آپ۔ ہم اپنے روم میں نہیں ہیں۔“

وہ اس کے لبوں پر جکھنے لگا تو اس کے لبوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔

”تو کیا ہوا کمرہ اپنا نہیں ہے بیوی تو میری ہی ہے نہ۔“

اس نے اس کا ہاتھ لبوں سے ہٹایا اور اس کے لبوں پر جھک گیا۔ جب

شبانہ نے اسے پیچھے کرنے کی کوشش کی تو اس نے اسے بیڈ پر گرایا اور

خود اس کے اوپر جھک گیا۔ ہونٹ ابھی بھی شبانہ کے اس کی گرفت میں

تھے۔ وہ اسے پیچھے کرنے کی کوشش کرنے لگی تو عارف نے اس کے

دونوں بازو پکڑ کر اس کے سر کے اوپر بیڈ پر پن کر دیے۔ کافی دیر بعد

جب اس کے منہ میں خون کا ذائقہ گھلا تو وہ پیچھے ہوا۔ شبانہ کی سانسیں اکھڑ چکی تھیں۔ اس نے جھک کر اس کے لبوں سے خون کی بوند چن لی۔

”ارے کیا ہو گیا اتنی ہی نازک سی ہیں آپ۔“

وہ اس کو سینے سے لگاتے ہوئے اس کی کمر سہلانے لگا جب اس کی سانسیں جگہ پر آئیں تو اس نے اسے سیدھا کر کے بیڈ پر لٹایا۔

سو جائیں ویسے بھی رات کو آپ کو جگانے کا ارادہ ہے۔ پھر مجھ سے ”

”شکایت مت کیجئے گا کہ میں نے سونے نہیں دیا۔“

وہ اسے اپنے حصار میں لے کر سو گیا۔ اور شبانہ اس کے ارادے جان کر اس کے سینے میں ہی شرماس کر پناہ تلاش کرنے لگی۔

ایمی کچن میں چائے بنا رہی تھی۔ اس کے سر میں بہت درد تھا تو اس نے کھانے کے بعد چائے پینے کا سوچا۔ وہ ابھی چائے بنا کر کیبینٹ سے کپ

نکال کر مڑی ہی تھی کہ سامنے کھڑے عاطف کو دیکھ اس کے ہاتھ سے کپ گرا اور زمین کو سلامی پیش کر دی۔ عاطف جو ایسی کوچن میں دیکھنے کے لیے آیا تھا کیوں کہ وہ ابھی تک کھانے کے بعد کمرے میں نہیں آئی تھی۔ جب سے شادی ہوئی تھی وہ اس سے دور دور بھاگتی تھی۔ وہ دونوں ہنی مون پر بھی نہیں جاسکے تھے کیوں کہ ایسی کی طبیعت خراب تھی۔ عاطف جب بھی روم میں ہوتا وہ روم سے باہر پائی جاتی اور اگر کبھی اس کی موجودگی میں روم میں ہوتی بھی تو اپنے آپ کو کمرے میں ہی کاموں میں الجھا لیتی۔

”کیا ہوا آپ ٹھیک ہیں نہ؟“

عاطف نے ایسی سے پوچھا۔

”ج جی میں ٹھیک ہوں۔“

ایسی نے جھک کر کپ اٹھایا۔ اور ہکلاتے ہوئے بولی۔

”اچھا ویسے یہ کپ میرے سر پر توڑنے کا ارادہ تو نہیں تھا نہ آپ کا؟“

وہ شریر ہوا۔

”نن نہیں تو میں کیوں آپ کے سر پر توڑنے لگی۔“

اس کی آواز پھر سے لڑکھڑائی تھی۔ وہ مڑ کر کپ میں چائے ڈالنے لگی۔

روم میں کیوں نہیں آئیں ابھی تک۔ میں کب سے آپ کا انتظار کر رہا“

”ہوں۔ ویسے شوہر کو اتنا انتظار کروانا اچھا نہیں ہوتا۔

وہ سلب کے دونوں طرف ہاتھ رکھتے اس کے کان کے قریب جھکتے

ہوئے بولا۔ ایسی تو ہل تک نہ سکی۔ وہ مڑی تو عاطف بالکل اس کے

قریب کھڑا تھا یہاں تک کہ ان دونوں کے درمیان سے ہوا کا گزر بھی

ناممکن تھا۔

”وہ میں آہی رہی تھی چائے بنا کر۔“

اس نے ایک کپ اس کی طرف بڑھایا۔

”کونسا کام؟“

وہ پھر سے اپنے لب کھلنے لگی۔

میں نے شاہد آپ سے پہلے بھی کہا ہے کہ آپ پر آپ سے بھی زیادہ ”میرا حق ہے تو میں یہ حق تو بالکل بھی نہیں دوں گا کہ آپ خود کو نقصان پہنچائیں۔ ہاں اگر آپ اجازت دیں تو یہ کام میں کر سکتا ہوں۔“

وہ اس کے لب چھڑواتے پہلے سنجیدہ اور پھر شریر لہجے میں گویا ہوا۔ ایسی اس کی بات پر نگائیں جھک گئی۔

”تو پھر کیا خیال ہے روم میں چلیں۔“

وہ ابھی بھی شرارت پر آمادہ ہوا۔

”کیوں جانا ہے روم میں؟“

وہ اسے دیکھ کر بولی۔

اب ہم یہاں تو رومینس نہیں نہ کر سکتے اس کے لیے روم میں تو جانا”
”پڑے گانہ یا پھر یہیں پر کرنے کا موڈ ہے۔

وہ اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولا۔

”وہ میرے سر میں درد ہے مجھے آرام کرنا ہے۔“

وہ بس یہی بول پائی۔

”تو آپ نے بتایا کیوں نہیں؟“

وہ اسے گھورتے ہوئے بولا۔

ایسی یہ گھر آپ کا بھی ہے اور آپ آرام سے بتا سکتی ہیں۔ کسی سے”

”ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے آپ کو۔ پین کلرلی۔

وہ بہت محبت سے بولا تھا۔ ایسی نے نفی میں سر ہلایا۔ عاطف نے اسے

روم میں لا کر بٹھایا اور اس کو پین کلر دی۔ پھر اس کا سر اپنی گود میں رکھ

کر دبانے لگا۔ ایسی اس کی اس حرکت پر سرخ پڑی۔

”آپ رہنے دیں نہ پین کلر لی ہے ابھی آرام آجائے گا۔“
وہ اس کی گود سے اٹھنے لگی تو عاطف نے دوبارہ اس کا سر اپنی گود میں رکھ لیا۔

”ایمی چپ چاپ لیٹی رہیں۔ میں دوبارہ ہوں نہ سر۔“

اس نے اس کا سر دباتے ہوئے کہا۔

”لیکن ایسے اچھا نہیں لگتا نہ۔“

وہ شرمندہ ہو رہی تھی۔

”کیا اچھا نہیں لگتا؟“

وہ حیران ہوا تھا۔

یہی کہ آپ میرا سر دبائیں۔ بیوی کا فرض ہوتا ہے نہ شوہر کی خدمت
”کرنا۔“

اور یہ کس کتاب میں لکھا ہے کہ بیوی شوہر کی خدمت کر سکتی ہے ”
 لیکن شوہر بیوی کی نہیں۔ ایسی شوہر اور بیوی دونوں کی ذمہ داری ہوتی
 ہے کہ وہ ایک دوسرے کا خیال رکھیں نہ کہ صرف بیوی بس شوہر کی
 خدمتیں کرتی رہے۔ جب آپ میرا خیال رکھ سکتی ہیں میری خدمت کر
 سکتی ہیں تو میں کیوں نہیں۔

وہ ابھی بھی اس کا سرد بارہا تھا۔ ایسی نے اوپر کی طرف دیکھا تو عاطف نے
 جھک کر اس کے ماتھے کو لبوں سے چھو لیا۔
 ”کچھ فرق پڑا؟“

تھوڑی دیر بعد عاطف نے اس سے پوچھا لیکن اس کی طرف سے کوئی
 جواب نہ پا کر اس نے اس کو دیکھا تو وہ سو گئی تھی۔ اس نے مسکراتے
 ہوئے اس کا سر اپنی گود سے ہٹا کر اپنے سینے پر رکھا اور خود بھی اس کے
 گرد حصار بناتے ہوئے سو گیا۔

ایبی کی آنکھ شام کے وقت کھلی تھی۔ اس نے ٹائم دیکھا تو شام کے چار بج رہے تھے۔

”ارے اتنی دیر میں سوئی رہی اور انہوں نے بھی مجھے نہیں اٹھایا۔“ وہ سر پر ہاتھ مارتے ہوئے بولی اور عاطف کو ڈھونڈنے کے لیے نگائیں گھمائیں لیکن وہ اسے نظر نہ آیا۔ تو وہ واشروم کی طرف چلی گئی۔ فریش ہو کر واپس آئی تو روم میں عاطف بھی تھا۔

”آپ نے مجھے اٹھایا کیوں نہیں میں اتنی دیر تک سوئی رہی۔“ وہ نظریں جھکائے بولی۔

تو کیا ہو گیا یار بیوی آپ اتنا گھبرا کیوں رہی ہیں اور ویسے بھی آپ کے ”سر میں درد تھا شاہد۔“

وہ اسے یاد دلاتے ہوئے بولا۔

”اب کیسا ہے سر کا درد؟“

وہ اس کا ہاتھ تھامتے ہوا پوچھنے لگا۔

”ٹھیک ہے۔ آپ اٹھا دیتے نہ مجھے ایسے اچھا نہیں لگتا اتنی دیر تک سونا“

”پھپھو کیا سوچیں گی۔

وہ سچ میں گبھرار ہی تھی۔

”آئندہ ایسے پریشان مت ہوئے گا یہ گھر آپ کا بھی ہے آپ سو سکتی“

”ہیں۔ اور اپنی مرضی سے رہ بھی سکتی ہیں۔

وہ اس کو دونوں کندھوں سے تھامتے ہوئے بولا۔

”ویسے اچھا ہی ہے نہ آپ نے ابھی سولیا آپ کی نیند پوری ہو گئی اب“

”رات کو مجھے آپ کو جگانے میں آسانی رہے گی نہ۔

وہ سنجیدگی سے بولتے ہوئے پھر سے پڑی سے اتر۔

”جی کیا مطلب؟“

ہنا سمجھی سے بولی۔

”سچ میں سمجھ نہیں آئی یا جان کر انجان بن رہی ہیں بیوی۔“

اس نے اس کا چہرہ ٹھوڑی کی مدد سے پکڑ کر اوپر کرتے ہوئے کہا۔ ایسی
کو جب عاطف کی کہی بات سمجھ آئی تو اس کے گالوں میں سرخی گھل
گئی۔ وہ نگائیں جھکا گئی۔

ارے ارے کیوں ابھی سے اتنی سرخ پڑ گئیں ابھی تو میں نے کچھ کیا”
”ہی نہیں۔“

وہ اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے بولا۔ تو وہ بھی اس کے سینے میں چہرہ
چھپا گئی۔

ویسے آپ جتنی بھی کوشش کر لیں آج کی رات فرار ناممکن”
ہے۔ میری شدتیں آپ کو ہی سہنی پڑیں گی اور صرف آج رات نہیں

اب سے ہر رات آپ کو اپنی محبت سے روشناس کرانے کا ارادہ ہے اس لیے خود کو تیار کر لیں۔

وہ اس کی باتوں پر مزید سرخ پڑی تھی۔

”ہمیں نیچے چلنا چاہئے سب انتظار کر رہے ہوں گے نہ۔“

اس نے بہانہ بنایا۔

اچھا جی ٹھیک ہے چلتے ہیں ویسے مجھے تو اب رات تک انتظار کرنا پڑے۔“

”گا۔“

وہ اس کا ہاتھ تھام کر نیچے چلا گیا۔

رات کو عاطف اور ایبی کو ڈنر پر جانا تھا وہ کمرے میں آئی تو سامنے بیڈ پر کچھ بیگنزر رکھے ہوئے تھے۔ وہ ابھی انہیں حیرت سے دیکھ ہی رہی تھی کہ عاطف روم میں آیا۔

”پسند آئیں آپ کو چیزیں؟“

اس نے اس کے ساتھ بیڈ پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

”جی لیکن یہ سب ہیں کس لیے؟“

”ہمیں دن رات پر جانا ہے نہ تو آپ یہی سب پہنے گی۔“

اس نے اس کو بتایا۔

لیکن ان سب چیزوں کی ضرورت نہیں تھی میرے پاس ہے تو سہی“

”سب کچھ ان میں سے ہی کچھ پہن لیتی ہیں۔“

ہاں ہو گا آپ کے پاس سب کچھ لیکن میں چاہتا ہوں آپ میری پسند“

سے پہنیں۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ میری پسند میں ڈھل کو میری بیوی

”کیسی لگے گی۔“

اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے قریب کیا۔

”وہ مجھے تیار ہونا ہے۔“

وہ اس کے حصار سے نکلتی ہوئی بولی۔

”رہ لیں جتنا دور رہنا ہے رات کو تو میرے پاس ہی آئیں گی نہ پھر میری“
 ”شدتیں بھی آپ کو ہی برداشت کرنی پڑیں گی۔“

وہ اس کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے بولا۔ وہ چپ چاپ اٹھ کر
 تیار ہونے چلی گئی۔

واپس آئی تو عاطف اسے دیکھے گیا۔ وہ مرر کے سامنے آکر کھڑی ہوئی۔
 ویسے میری بیوی میری پسند میں ڈھل کر اتنی خوبصورت لگے گی مجھے
 نہیں پتہ تھا۔

اس نے ایسی کو اپنے حصار میں لیتے کہا۔ تو وہ شرما کر نظریں جھکا گئی۔

وہ دونوں وہاں پہنچے تو ایسی حیرت سے اس جگہ کو دیکھے گئی۔ وہ کھلا
 میدان تھا جس میں ہر جگہ غبارے اور پھول لگے تھے۔ اور درمیان

میں مصنوعی پلر لگا کر ان پر پردے لگا کر انھیں بھی پھولوں سے سجایا تھا۔ سامنے ایک پانی کی نہر تھی اور اس نہر کے پیچھے لکڑی کا بنا چھوٹا سا کاٹیج۔ عاطف نے پیچھے سے آکر اپنے حصار میں لیا۔

”کیسا لگا سر پرائیز؟“

اس نے اس کی پشت کو اپنے سینے سے لگایا۔ اور اس سے پوچھا۔

”بہت اچھا۔“

اس نے اس کی طرف تھوڑا سا چہرہ موڑتے ہوئے کہا عاطف نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے لے کر ٹیبل کے نزدیک آیا۔ اس ٹیبل پر کچھ ڈشز اور ساتھ ہی ایک پیاراسا کیک پڑا تھا جس پر لکھا تھا۔

”ہیپی بڑتھڈے ایمی۔“

ایمی نے حیرت سے عاطف کو دیکھا۔

”ہیپی بڑتھڈے مائی ڈیر وائف۔“

اس نے ایسی کے ماتھے پر لب رکھے۔

”آپ کو یاد تھا۔“

وہ ابھی بھی حیران تھی۔

جی اپنے سے جڑے اہم لوگوں سے متعلق مجھے سب کچھ یاد رہتا ہے۔“

”مجھے تو یاد ہی نہیں تھا کہ آج میری سالگرہ ہے۔“

وہ سر پر ہاتھ مارتے ہوئے بولی۔

تو آپ کو یاد رکھنے کی کیا ضرورت ہے میں ہوں نہ یہ سب کچھ یاد

رکھنے کے لیے۔ آپ بس مجھے یاد کریں۔ باقی سب میں خود یاد رکھ لوں

گا۔“

عاطف ایسی کی بات کے جواب میں بولا۔ ایسی نظریں جھکا گئی۔

ارے ارے شرمانے کے لیے ساری رات پڑی ہے۔ شرمابعد میں ”
،، لیجئے گا ابھی کھانا کھالیں۔

،، لیکن یہاں تو صرف ایک ہی کرسی ہے۔ ”

عاطف کرسی پر بیٹھا تو ایسی بولی۔

،، اچھا کیا سچ میں تو میں ہوں نہ آپ کے لیے۔ ”

اس نے اسے کھنچ کر اپنی گود میں بٹھالیا۔ وہ اس کی اس حرکت پر
منہ کھولے اسے دیکھے گئی۔ عاطف نے مسکرایٹ دبائی۔

،، منہ تو بند کر لیں جان۔ ”

اس نے اس کا منہ بند کیا۔

،، آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔ پلیز چھوڑیں مجھے۔ ”

وہ اس کے حصار سے نکلنے کی کوشش کرتے ہوئی بولی۔

،، چھوڑنے والا تو میں آپ کو ساری رات نہیں مائی ڈیٹروائف۔ ”

وہ اس کے گال پر اپنے ہونٹ رکھتے ہوئے بولا۔
اب کھانا کھائیں کہیں ایسا نہ ہو میں وقت سے پہلے اپنا حق لے لوں۔“
”آپ سے۔“

وہ اسے کھانا کھلاتے ہوئے کہنے لگا۔ ایسی نے بھی چپ چاپ کھانا
کھایا۔ کھانے کے بعد وہ دونوں کاسٹج میں آگئے۔ کیوں کہ رات ہونے
کی وجہ سے کافی ٹھنڈ ہو چکی تھی باہر۔
اندر سے کاسٹج بہت خوبصورتی سے سجا ہوا تھا۔ تھا تو چھوٹا لیکن بہت ہی
خوبصورت۔ عاطف ایسی کو اٹھا کر بیڈ تک لایا۔ اور اسے بیڈ کے درمیان
بٹھا دیا۔

کیا آپ ساری زندگی میرا اسی طرح ہر رات جاگ کر ساتھ دیں۔“
”گی؟“

وہ شریر ہوا تھا۔ ایسی نگائیں جھکا گئی۔ عاطف نے انگوٹھے سے اس کے لب سہلائے تو اس کی اس حرکت پر وہ خود میں سمٹ کر رہ گئی۔ اس نے اسے لٹایا اور خود اس پر جھک گیا۔ اس کے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لیا اور اپنی سانسیں اس کے اندر اتارنے لگا۔ جب کافی دیر بعد وہ پیچھے نہ ہوا تو ایسی نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے پیچھے کرنے کی کوشش کی۔ لیکن بجائے پیچھے ہونے کے عاطف نے اس کے ہاتھوں کو پکڑ کر اس کے سر کے اوپر بیڈ پرین کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پیچھے ہٹا تو ایسی کی سانسیں اکھڑ چکی تھیں اور اس کا چہرہ شرم سے لال تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ عاطف نے جھک کر اس کی آنکھوں پر اپنے ہونٹ رکھے تو وہ مزید اپنی آنکھیں بند کر گئی۔

”ہمیں گھر چلنا چاہئے پھپھو انتظار کر رہیں ہوں گی۔“

وہ پھر سے اس کے ہونٹوں پر جھکنے لگا تو ایسی نے کہا۔

”فکر مت کریں جان آپ کی پھپھو کو پتا ہے وہ سو گئیں ہوں گی۔“

وہ اس کے گال پر اپنے لب رکھ گیا۔

”کیا پتہ ہے انہیں؟“

ایمی نے حیرت سے پوچھا۔

یہی کہ ان کا بیٹا اپنی بیوی سے سکون چاہتا ہے اور اسی لیے وہ دونوں ”

”آج گھر نہیں آئیں گے۔“

وہ اس کے دوسرے گال کو لبوں سے چھوتے ہوئے بولا۔ اور ایک بار

پھر اس کے لبوں کو گرفت میں لے لیا۔ ایمی نے بھی مزاحمت ترک کر

دی اور اس کے گلے میں بازو ڈال دیے۔ عاطف اس کی خود سپردگی پر

مسکرا کر اپنے عمل میں مزید شدت لے آیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پیچھے ہٹا تو

ایمی کی آنکھیں بند تھیں۔

”ایمی آنکھیں کھولیں۔“

عاطف کے کہنے پر ایسی نفی میں سر ہلا گئی۔ اس نے خود اس کی آنکھیں کھولیں۔

کیا ہوا میں چاہتا ہوں کہ جب میں اپنی بیوی سے پیار کروں تو وہ میرا ”
”ساتھ دے نہ کہ مجھ سے یوں شرما کر اپنی آنکھیں بند کر لے۔
وہ اس کا گال سہلاتے ہوئے ولا۔

”مجھ سے نہیں ہوتا یہ سب۔“

وہ اس کی شرٹ کے بٹنوں سے کھلتے ہوئے بولی۔

اچھا چلیں ابھی مت کریں آہستہ آہستہ آپ کی بھی شرم ختم کر دوں ”
”گا۔ لیکن اس کے لیے آپکو مجھے اپنے آپ کو پیار کرنے دینا ہو گا۔

وہ اس کی ناک دباتے ہوئے بولا۔

”کرنے تو دے رہی ہوں اتنا پیار۔“

وہ نروٹھے پن سے بولتے اسے مسکرا نے پر مجبور کر گئی۔

اچھا کب کرنے دے رہی ہیں پیار آپ بچھلے آدھے گھنٹے سے میرے ”
 “دو بار پیار کرنے پر آپ چار بار تو شرمائی ہیں۔
 وہ اس کی ٹھوڑی پر لب رکھتے ہوئے بولا۔

اچھا تو پھر شرم تو آتی ہے نہ آپ تو شرماتے ہی نہیں۔ میں تو لڑکی ہوں ”
 “نہ مجھے تو شرم آئے گی نہ آپ کی طرح بے شرم تو نہیں ہوں نہ۔
 وہ منہ بسور کر بولی۔ عاطف نے بہت مشکل سے اپنے قہقہہ کا گلا گھونٹا۔
 “اچھا لیکن ابھی تو میں نے بے شرمی دکھائی ہی نہیں۔ ”

وہ اس پر پھر سے جھکا۔ جب کہ ایسی کامنہ تو اس کی بات پر پورا کھل گیا۔
 “تو پھر اتنی دیر سے کیا دکھا رہے ہیں آپ؟ ”

وہ اپنی باتوں سے اسے مسکرا نے پر مجبور کر رہی تھی۔ نظریں ابھی بھی
 اس نے جھکائیں ہوئی تھیں۔ اور انگلیاں شرٹ کے بٹنوں سے کھیلنے میں
 مصروف تھیں۔

اب اگر آپ کی شکایتیں ختم ہو گئی ہوں تو میں اپنا کام شروع کروں۔

وہ ابھی بھی باز نہیں آیا تھا۔

”کیا؟“

رومانس میری جان اور بھلا کیا کام ہے میرا۔ میں ما کام رومانس کرنا ہے۔“
”اور آپ کا کام شرمنا۔“

وہ اس کے اوپر جھکتے لیمپ بند کر گیا۔ اب وہ اسے کبھی اپنی باتوں اور کبھی اپنی حرکتوں سے شرمانے پر مجبور کر رہا تھا۔ اور ایسی بھی اس کی شدتیں سہنے پر مجبور تھی۔ اس نے ساری رات اس پر اپنی شدتیں لٹائیں اور صبح کے قریب احسان کرتے ہوئے اس نے اسے سونے کی اجازت دی۔

صبح وہ دونوں گھر پہنچے تو وہ دونوں ان سب کے ساتھ لاؤنج میں ہی بیٹھ گئے۔

”کیا ہوا بھائی نے ساری رات سونے نہیں دیا کیا؟“

ایمی نے جمائی رو کی تو شہزین نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ اس کی بات پر ایمی نے اس کے بازو پر ایک ٹھہر جڑا اور بلا ارادہ ہی عاطف کی طرف دیکھا۔ عاطف کی نظر بھی اسی وقت ایمی پر پڑی تو عاطف نے آبرو اچکائے۔ کہ کیا ہوا تو ایمی نفی میں سر ہلا کر دوبارہ شہزین کی طرف متوجہ ہو گئی۔

ایمی اور عاطف روم میں تھے اور سونے کی تیاری کر رہے تھے۔ ایمی عاطف کے حصار میں تھی اور وہ اسے اپنی شرارتوں سے تنگ کر رہا تھا۔

”مجھے سونا ہے۔“

ایکی نے اسے بتایا۔

”تو سو جائیں نہ۔“

وہ ابھی بھی باز نہیں آیا تھا۔

”ایسے کیسے سو جاؤں آپ سونے دیں تو نہ۔“

وہ منہ بسور کر بولی۔

”میں نے کیا کیا؟“

وہ معصوم بنا۔

”ابھی بھی آپ نے کچھ نہیں کیا؟“

اس کی مصنوعی معصومیت پر ایسی کھول کر رہ گئی۔

”تو آپ بتائیں نہ میں نے کیا کیا؟“

وہ کروٹ لے کر اس کے اوپر جھکا۔

”عاطی پلیز۔“

وہ اسے منت کرتے ہوئے بولی۔

”ہائے اتنے پیار سے نام لیں گی میں تو اپنی جان بھی دے دوں۔“

اس کی اس بات پر ایسی نے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا۔

لیکن مجھے آپ کی جان نہیں چاہئے۔ میری عمر بھی آپ کو لگ

جائے۔

وہ ڈر گئی تھی۔

ارے میں آپ کی عمر کا کیا ہی کروں گا میں آپ کے ساتھ جینا چاہتا

ہوں اپنی زندگی۔ اچھا جان نہیں تو گردے پھینچوں سے کام چل

جائے گا کیا۔

وہ پہلے سنجیدگی سے اور پھر شریر ہوتے بولا۔ اس کی بات پر ایسی بھی

مسکرا کر اس کے سینے پر سر رکھ گئی۔

مینو اپنی چچی اور امی کے پاس بیٹھی تھی جب انہوں نے اس سے کہا۔
 بیٹا اسود آنے والا ہو گا تم جا کر تیار ہو جاؤ۔ ویسے بھی جب شوہر گھر آتا
 ہے تو اسے سچی سنوری بیوی کو دیکھ کر سکون ملتا ہے۔

اس کی ساس نے اسے تیار ہونے کو کہا تو وہ چپ چاپ اپنے اور اسود کے
 مشترکہ کمرے میں چلی گئی۔ کمرے میں آکر اس نے ایک پیج کلر کا
 ڈریس نکالا۔ جس کے بازو اور دامن پر ہلکے پھلکی ایمبرائڈری ہوئی
 تھی۔ وہ چینج کر کے واپس آئی اور لائٹ سامیک اپ کیا۔ لائٹ سی
 گولڈن ایئر رنگز پہنے اور دونوں ہاتھوں میں چوڑیاں پہن لیں۔ گلے
 ہاٹ شپ میں کندہ تھے۔ یہ AN میں گولڈ کی چین جس میں
 لاکٹ اسے اسود نے رونمائی کے تحفے میں دیا تھا جسے وہ ہر وقت ہی پہن
 کر رکھتی تھی۔ ان کی شادی کو ایک ہفتہ ہو چکا تھا اور اسود نے آج سے

آفس جانا شروع کر دیا تھا۔ حنان بھی اس کے ساتھ ہی جاتا تھا۔ گاڑی کے ہارن کی آواز آئی تو مینو بھی باہر آگئی۔

اسود لاؤنج میں داخل ہوا۔ حنان بھی اس کے ساتھ تھا۔ وہ دونوں لاؤنج میں ہی بیٹھ گئے۔ تب ہی وہاں مینو بھی آئی۔ مینو پر نظریٹری تو وہ کچھ ثانیے کے لیے اس پر سے نظریں نہ ہٹا سکا۔ مینو نے اسے اپنی طرف دیکھتا پایا تو نظریں جھکا کر اس کو سلام کیا اور خود کچن میں اس کے لیے پانی لینے چلی گئی۔ اس نے پانی کا گلاس اسود اور حنان کو پکڑا یا اور خود وہیں سب کے ساتھ بیٹھ گئی۔ اسود روم میں چلا گیا۔ ابھی اسے گئے ہوئے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ اسے اسود نے پکارا۔

”مینو میری بلیک شرٹ نہیں مل رہی آپ نے کہیں رکھی ہے کیا؟“ وہ اوپر ریکنگ پر جھک کر اس سے پوچھ رہا تھا۔

”جاؤ بیٹا جا کر دیکھو اسے جو شرٹ ضرورت ہے وہ دے دو۔“

اس کی ماں نے اسے کہا۔

”جی۔“

وہ یہ کہہ کر اوپر چلی گئی۔

”کیا ہوا کونسی شرت۔۔“

اس سے پہلے وہ بات مکمل کرتی اسودنے اسے پکڑ کر دیوار کے ساتھ پن

کیا۔ اور خود دونوں اطراف ہاتھ رکھ لیے۔

”کیا کر رہے ہیں آپ؟“

مینو نے اس کے ارادے دیکھ اس سے پوچھا۔

”آپ روم میں کیوں نہیں آرہیں تھیں۔ میں ویٹ کر رہا تھا آپ کا۔“

وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اس سے پوچھ رہا تھا۔

وہ مجھے لگا سب نیچے بیٹھے ہیں اور آپ کو آرام کرنا ہو گا تو اس لیے پھر

”میں نہیں آئی۔“

اس کے اتنے نزدیک کھڑے ہونے پر وہ گبھرا رہی تھی اور گبھراہٹ میں جو اس کے منہ میں آیا وہ بول گئی۔

اچھا جی آپ کو پتہ تھا کہ آپ کے شوہر کو آرام کرنا ہے تو آپ کو پھر تو پہلی فرصت میں اوپر آ جانا چاہیے تھا۔ ویسے بھی میری تھکاوٹ تو آپ کو دیکھ کر ہی دور ہو جاتی ہے۔

وہ خمار آلود لہجے میں بولا۔

”آپ کو شرٹ چاہیے تھی نہ میں نکال دیتی ہوں۔“

وہ اپنی گبھراہٹ میں یہ دیکھ ہی نہیں پائی کہ وہ چینیج کر چکا ہے۔

وہ تو میں نے آپ کو اوپر بلانے کے لیے کہا تھا ورنہ شرٹ تو مجھے مل ہی گئی تھی۔

اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”آپ نے جھوٹ بولا مجھ سے۔“

وہ اس کے اس قدر ڈھر لے سے جھوٹ بولنے پر حیران تھی۔
تو کیا کریں جب بیگم خود سے پاس نہیں آئے گی تو کچھ تو کرنا پڑے گا۔“
”نہ۔“

وہ اس کے مزید قریب ہوتے ہوئے بولا۔
اچھا اگر آپ نے سونا نہیں ہے تو پھر باہر جا کر سب کے پاس بیٹھتے۔“
”ہیں۔“

وہ اس کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔
اچھا اور میرا کیا میں اپنی بیوی کے ساتھ یہاں ٹائم سپنٹ کرنا چاہتا۔“
”ہوں اور ایک میری بیوی ہے جو مجھ سے دور بھاگتی ہے۔“
وہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے چکا تھا۔

اچھا میں سوچ رہا تھا کہ اگر آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو تو میں آپ کی
گود میں سر رکھ سکتا ہوں۔ پلیز منع مت کیجئے گا مجھے سکون چاہئے

تھوڑی دیر کے لیے اور وہ صرف آپ کی قربت میں ہی مجھے مل سکتا ہے۔“

وہ اس کو لا کر بیڈ پر بٹھا چکا تھا۔ اس کے لہجے میں لجاجت تھی۔
آپ پوچھ کیوں رہے ہیں آپ تو پورا حق رکھتے ہیں مجھ پر شوہر ہیں۔“
میرے۔ آپ کو پوچھنے کی کیا ضرورت۔

وہ اس کے اجازت لینے پر حیرانگی سے بولی۔
جی آپ کی بات ٹھیک ہے لیکن میں آپ کی اجازت کے بغیر کیسے آپ
کے پاس آ سکتا ہوں۔ میں رشتوں میں زبردستی کا قائل نہیں ہوں
چاہے وہ کوئی بھی رشتہ ہو۔ اور پھر میاں بیوی کا رشتہ تو بہت نازک ہوتا
ہے۔ اس میں اگر ذرا سی بھی کوتاہی ہو جائے تو یہ رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔
میں نے اجازت دی تو وہ اس کی گود میں سر رکھ چکا تھا۔ کبھی کبھی مینو کو
وہ اپنے صبر کا پھل لگتا تھا۔ کوئی اتنا اچھا کیسے ہو سکتا ہے وہ ہر بار اس کی

ان باتوں پر بس یہی سوچ کر رہ جاتی۔ اب مینو اس کے بالوں میں اپنا ہاتھ چلا رہی تھی اور وہ سکون سے آنکھیں موند گیا۔

اسود کچھ دیر کے بعد اٹھا تو اس نے دیکھا مینو بے آرامی کی حالت میں بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر سو رہی تھی۔ اس نے اس کے گال کو ہلکا سا تپھتپھایا تو اس نے آنکھیں کھولیں۔

”ارے آپ کب جاگے؟“

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

”آپ مجھے اٹھا دیتی نہ اتنی مشکل سے سونے کی کیا ضرورت تھی۔“

وہ اس کے ساتھ ہی جگہ سنبھال چکا تھا۔

ارے نہیں کوئی بات نہیں میں ٹھیک ہوں۔ میں فریش ہو جاؤں پھر

”نیچے چلتے ہیں۔“

وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

”اچھا چلیں ٹھیک ہے۔“

وہ بھی اس کے انتظار میں بیٹھ گیا۔

وہ دونوں نیچے پہنچے تو حباب نے شور ڈالا ہوا تھا۔

”ارے ارے کیا ہو گیا کیوں شور کر رہی ہو؟“

اسود نے پوچھا۔

”دیکھیں نہ بھائی یہ مجھے مار کیٹ نہیں لے کر جا رہے ہیں۔“

وہ اپنے ڈرائیور کی شکایت کرتے ہوئے بولی۔

”کیوں کیا مسئلہ ہے؟“

اسود نے ڈرائیور سے پوچھا۔

وہ جی گاڑی خراب ہے اور نیبی جی ضد کر رہیں کہ انھیں ابھی جانا”
 “ہے۔

ڈرائیور نے اسے نہ لے جانے کی وجہ بتائی۔
 “ہاں تو مجھے کیک کا سامان لانا ہے مجھے کیک بنانا ہے۔
 “کسے کہاں جانا ہے میں لے چلتا ہوں۔”

حنان سیڑھیوں سے نیچے آتے ہوئے بولا۔
 “ہاں یہ ٹھیک ہے بیٹا آپ حنان کے ساتھ چلی جاؤ۔”
 اس کے ماموں نے اسے مشورہ دیا۔

“نہیں مجھے ان کے ساتھ نہیں جانا۔”

وہ منہ بسور کر وہیں بیٹھ گئی۔

ارے ابھی تو جانا ہے جانا ہے کی رٹ لگا رکھی تھی نیبی جی آپ نے اور”
 “اب آپ کہہ رہی ہیں کہ نہیں جانا۔ آخر آپ چاہتی کیا ہیں؟

ڈرائیور اس کی بات پر بولا۔

”آپ کا گردہ۔“

وہ غصے سے بیچ و تاب کھاتے ہوئے بولی۔ اس کی بات پر سب نے مسکراہٹ دبائی۔

”اچھا بیٹا ابھی آپ حنان کے ساتھ چلی جائیں۔“

اس کی ممانی نے اسے پچکارتے ہوئے کہا۔

”نہیں مجھے ان کے ساتھ نہیں جانا یہ مجھے گھورتے ہیں اگر راستے میں“

انہوں نے مجھے گاڑی سے باہر پھینک دیا تو میں کیک کیسے بناؤں گی پھر

اور میرے ماما پاپا کا کیا بنے گا۔ میں تو ان کی اکلوتی اولاد ہوں نہ ممانی

”جان۔“

وہ حنان کے خطرناک روپ کی پیشنگوئی کرتے ہوئے بولی۔

اس کی باتیں حنان تو منہ کھولے سن رہا تھا جب کہ باقی سب اس کی ان باتوں پر مسکرا رہے تھے۔

ارے بیٹا کچھ نہیں کرے گا حنان آپ جاؤ اور اگر یہ کچھ کرے تو مجھے ”
بتانا آکر میں اس کے کان کھینچوں گی۔
وہ پھر اسے لاڈ سے بولیں۔

لیکن اگر میں واپس ہی نہ آئی تو آپ لوگوں کو کیسے پتہ چلے گا کہ ”
”انہوں نے میرے ساتھ کیا کیا ہے اور مجھے کہاں پھینکا ہے؟“
وہ ایک بار پھر شروع ہو چکی تھی۔ حنان تو بس اسے سن کر حیران
تھا۔ اس نے تو آج تک اس سے کبھی اونچی آواز میں بات تک نہ کی تھی
تو وہ بھلا اس کے ساتھ یہ سب کیوں کرے گا۔

وہ جیسے تیسے کر کے اس کے ساتھ آتو گئی تھی لیکن اس کی زبان ”
 مسلسل آل تو جلال تو کا ورد کر ہی تھی جیسے وہ حنان کے ساتھ نہیں کسی
 دیویا جن کے ساتھ ہو۔ حنان اس کے ہونٹ ملتے ہوئے تو دیکھ رہا تھا
 لیکن یہ نہیں سمجھ پارہا تھا کہ آخر وہ کیا پڑھ رہی ہے۔ آنکھیں بھی اس
 کی بند تھیں۔

”نکلو باہر گاڑی سے۔“

تب ہی حنان نے گاڑی روکی اور اسے باہر جانے کو کہا۔
 وہ تو ڈر ہی گئی تھی۔ اس کی طرف سہمی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔
 آپ یہ کیا کر رہے ہیں آپ میرے ساتھ کچھ نہیں کر سکتے ورنہ میں ”
 ”ماموں ممانی کو بتادوں گی کی آپ۔۔۔“

اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کرتی حنان گاڑی سے نیچے اتر اور اس
 کی طرف کا دروازہ کھول کر اس کی کلائی پکڑ کر اسے باہر نکالا۔

میں نے تو پہلے ہی بولا تھا میں آپ کے ساتھ نہیں آؤں گی لیکن سب ”
 “نے میرے ساتھ زبردستی کی۔

وہ روتے ہوئے بولی۔

ہاں تو اب تو آگئی ہو اب میں تمہیں یہاں سے نیچے پھینک دوں گا اور ”
 “گھر جا کر کہوں گا کہ تم گر گئی یہاں سے۔

ہاہاہاہا۔

یہ کہہ کر وہ کسی ولن کی طرح ہنسا۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر اس پہاڑ کی چوٹی پر
 لایا اور اسے وہاں دھکا دینے ہی لگا تھا کہ اس کی چیخ نکلی۔ اور وہاں حنان
 کا پاؤں بریک پر پڑا۔ وہ سو گئی تھی اور خواب میں یہ سب دیکھا تھا۔
 حبہ ابھی بھی چیخ رہی تھی۔
 “حبہ۔”

حنان نے اسے آواز دی۔ لیکن جب وہ اس کے آواز دینے پر بھی چینختی رہی تو حنان نے اس کا کندھا ہلایا۔

”آہہہہہ۔ بچاؤ بچاؤ۔ کوئی ہے مجھے ان سے بچاؤ۔“

اس نے آنکھیں کھولیں اور حنان کو دیکھ کر پھر سے چینختی اور اس بار

اس کی آواز اتنی تھی کہ حنان کو کانوں پر ہاتھ رکھنا پڑا۔

”کیا ہو گیا جبہ آپ اتنا کیوں چینخ رہی ہیں کوئی بھوت دیکھ لیا ہے کیا؟“

”آپ کسی بھوت سے کم ہیں کیا؟“

وہ ہوش میں آکر بولی۔

”آپ چینخ کیوں رہی تھیں؟“

آپ مجھے پہاڑ سے دھکا جو دینے والے تھے۔ میں نے بولا بھی تھا مجھے

آپ کے ساتھ نہیں جانا لیکن کسی نے نہیں سنی میری۔ مجھے تو لگا آپ

مجھے صرف گاڑی سے دھکادیں گے لیکن آپ تو سیدھا مجھے پہاڑ سے ہی
،، گرانے لگے تھے۔

اس کی باتیں سن کر تو حنان کا منہ صدمے اور حیرت سے کھل گیا۔
کیا کہہ رہی ہیں آپ۔ میں تو یہاں ڈرائیو کر رہا تھا۔ میں نے کب دھکا
،، دیا آپ کو۔

وہ ابھی تک صدمے میں تھا۔ اس کی بات پر جب نے آس پاس دیکھا وہ
واقعی میں اس وقت گاڑی میں بیٹھی تھی۔

ارے میں تو سچ میں گاڑی میں ہوں۔ تو کیا میں خواب دیکھ رہی
،، تھی؟

وہ خوش ہوتے ہوئے بولی۔ اور حنان بس نفی میں سر ہلا کر رہ گیا کہ وہ
آخر کیا کیا سوچتی رہتی ہے۔
،، اب ٹھیک ہیں آپ؟

اسودنے پوچھا۔

”جی میں ٹھیک ہوں۔“

اس نے شرمندگی سے نظریں جھکالیں۔

ویسے اس دن جب پہلی بار آپ ملی تھیں مجھے تو آپ نے مجھے کچھ کہا”
”تھا شاہد۔

اس نے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھا۔

”میں نے کب، کہاں، کس جگہ کہا تھا آپ کو مجھے تو نہیں یاد۔“
وہ اسے مسکرا نے پر مجبور کر گئی۔

”اچھا نہیں یاد کوئی بات نہیں مجھے تو یاد ہے نہ۔“

اس نے مسکراہٹ دبائی۔

”اچھا کیا سچ میں؟“

اسے حیرت ہوئی۔

آپ کو ویسے میں کہاں سے کنبھا لگتا ہوں۔ اتنا تو میں ہینڈ سم ہوں اور ”
”آپ کو میں کنبھا لگتا ہوں۔

وہ اس سے پوچھنے لگا۔

نہیں وہ تو آپ لمبے بہت تھے اور ٹکڑ مار کر مجھے پورا ہلا کر رکھ دیا تھا اور ”
”میں آپ کو جانتی بھی نہیں تھی نہ اس لیے۔

”اچھا اور اگر جانتی ہوتیں تو پھر کیا نہیں کہتیں۔”

وہ شرارت پر آمادہ ہوا۔

کہتی تو میں پھر بھی وہ کیا ہے نہ آپ تو جانتے ہیں کہ زبان کی ہڈی نہیں ”
”ہوتی پھسل جاتی ہے۔

وہ دانت نکوستے ہوئے بولی۔

”اچھا ایسا ہے کیا؟”

اس نے گاڑی روکی۔ توحبہ پھر سے گبھرائی۔

آپ کیا کر رہے ہیں گاڑی کیوں روکی کیا مجھے گاڑی سے باہر پھینکنے ”
 “لگے ہیں۔

وہ انگلیاں منہ میں دباتے ہوئے بولی۔

حبہ حبہ آپ کیا کیا سوچتی رہتی ہیں۔ میں بھلا کیوں آپ کو گاڑی یا پہاڑ ”
 سے دھکا دوں گا۔ ویسے بھی جن میں جان بستی ہے ان کی جان نہیں
 لیتے۔

اس کی باتیں حبہ کے سر سے گزر گئیں۔
 “کیا مطلب؟”

وہ سر کجھاتے ہوئے بولی۔

میں یہ کہہ رہا ہوں کہ کیا آپ میری بیوی بننا پسند کریں گی یا پھر میں ”
 امی کو بولوں کہ آپ کو اپنی بہو بنالیں اور اگر آپ کو اس پر بھی اعتراض
 ہے تو پھر مینو آپ کو اپنی بھابھی بنالے گی اور اگر آپ اس پر بھی راضی

نہیں تو میں آپ کو اپنے ہونے والوں بچوں کی امی بھی بنا سکتا ہوں۔ اب
 “آپ خود بتادیں آپ کیا بننا پسند کریں گی؟
 وہ اسکی طرف جھکتے شریر لہجے میں بولا تو حبه شرما کر نگائیں جھکا گئی اور پھر
 شریر لہجے میں بولی۔

مجھے آپ کی بیوی بن کر آپ کی امی کی بہو اور مینو کی بھابھی کے طور پر ”
 آپ کے گھر میں آپ کے ہونے والے بچوں کی اماں بن کر رہنے میں
 “کوئی اعتراض نہیں ہے۔
 وہ کہتے ہی اپنا چہرہ ہاتھوں میں چپھا گئی۔ اور حنان کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

وہ سب کیپلز آج سمندر پر آئے تھے۔ رانیہ آج بھی اپنی شرارتوں سے
 باز نہیں آرہی تھی سب کو تنگ کر رہی تھی۔ جب ایبمی نے اسے کہا۔
 “تم سدھرو گی نہیں؟”

ارے اگر ہم سدھر گئے تو ان کا کیا ہو گا جو ہماری شرارتوں سے عشق ”
”کرتے ہیں۔

وہ ایک ادا سے بولی۔

”آپ میری بات کر رہی ہیں نہ نیہ۔“

حمود جانے کہاں سے نمودار ہوا تھا۔ جب کہ سب کے سامنے اس کی
اس طرح کی بات پر وہ جھنپ گئی اور باقی سب مسکرا دیئے۔ حمود اس کا
ہاتھ پکڑ کر اسے وہاں سے ایک الگ جگہ پر لے گیا۔

حمود اور رانیہ ہاتھوں ہاتھوں میں ڈال کر ریت پر ننگے پاؤں چل رہے
تھے۔

”ویسے ایک بات پوچھوں نیہ۔“

”جی۔“

حمود کے کہنے پر رانیہ نے جواب دیا۔

”آپ میرے ساتھ خوش تو ہیں نہ۔“

”نہیں۔“

اس کی بات پر حمود اسے دیکھنے لگا۔ تورانیہ اس کا چہرہ دیکھ کر ہنس پڑی۔

”میں خوش نہیں بہت خوش ہوں آپ کے ساتھ۔“

تو حمود بھی مسکرا دیا۔



اسود اور مینو ایک طرف ہو کر بیٹھے تھے۔ مینو نے اسود کے کندھے پر

سر رکھا تھا۔

”مینو آپ میری کسی نیکی کا صلہ لگتی ہیں مجھے۔“

اسود اس کے سر پر اپنا سر رکھتے ہوئے بولا۔

میرا تو پتہ نہیں لیکن آپ ضرور کسی نیکی کا صلہ ہیں۔“

آپ کو پتہ ہے میں ہمیشہ سوچتی تھی کہ آخر میری آزمائش کب ختم ہو
گی۔ کب میرے صبر کا پھل مجھے ملے گا۔ لیکن اللہ نے آپ کو مجھے
دے کر میری ساری خوشیاں مجھے لٹا دیں ہیں میں بہت خوش
ہوں۔ آپ کے ساتھ آپ کا پیار میرے لیے دنیا کی سب سے قیمتی شے
”ہے۔ میں ہمیشہ اسے سنبھال کر رکھوں گی۔
“اور مجھے؟“

اسوداس کی بات کے جواب میں شرارت سے بولا۔
”آپ کو بھی۔“
وہ بھی مسکرا دی۔

”ایمی یار کیا کر رہی ہیں آپ؟“

ایمی کب سے عاطف کو کہہ رہی تھی کہ اسے اس سمندر کی ریت پر اس کے ساتھ ڈانس کرنا ہے لیکن جب وہ نہیں مانا تو اب وہ اس کی طرف پانی اچھالنے لگی۔

وہ اس پانی سے بچتے ہوئے اس تک پہنچا اور اس کو گود میں اٹھا گھمانے لگا۔

”کیا کر رہے ہیں آپ؟“
وہ ہنستے ہوئے بولی۔
”آپ کو ڈانس کرنا تھا نہ وہی کر رہا ہوں۔“

”بیوی یہ بال ان بچوں کو واپس کریں اور یہاں آئیں۔“

عارف نے شبانہ سے کہا جو وہاں بچوں کے ساتھ فٹ بال کھیلنے میں مصروف تھی۔

”مجھے کھیلنا ہے ابھی اور آپ بھی آئیں۔“

اس نے عارف کو بھی گھسیٹنا چاہا۔ وہ اٹھ کر ان کے قریب گیا۔ اب ایک ٹیم میں عارف اور شبانہ تھے جب کے دوسری ٹیم میں بچے۔ اور ان سب کی ملی جلی آوازیں ہوا میں گونج رہی تھیں۔

”ایک بات پوچھوں۔“

حنان نے حبابہ کے ساتھ چلتے ہوئے پوچھا۔

”ہممم پوچھیں۔“

”آپ مجھ سے اتنا ڈرتی کیوں تھیں؟“

”کیا مطلب تھی میں تو ابھی بھی آپ سے ڈرتی ہوں۔“

وہ بڑ بڑائی۔

”اچھا کیا سچ میں؟“

وہ مسکرا دی۔

تب ہی وہاں کاٹن کینڈی والا آیا تو حنان نے اسے وہ لے کر دی۔

”مجھے نہیں کھلائیں گی؟“

وہ اسے کھاتے دیکھ کر بولا۔ تو حبہ نے اس کے منہ کے سامنے لے جا کر

اس کو کھلانے کی بجائے اس کے ناک پر لگا دی اور خود وہاں سے بھاگ

گئی۔ اب حبہ آگے آگے بھاگ رہی تھی اور حنان اس کے پیچھے۔ لیکن

وہ رک ہی نہیں رہی تھی۔

”حبہ رک جائیں۔“

اسے پکارتے ہوئے وہ وہیں بیٹھ گیا تو حبہ بھی اس کے پاس آئی۔

”کیا ہوا حنان آپ ٹھیک ہیں نہ؟“

وہ پریشان ہوئی۔ تو حنان ہنس پڑا

”میں ٹھیک ہوں بس آپ کو روکنے کے لیے یہ کرنا پڑا۔“

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ توحبہ کا منہ کھل گیا۔

”آپ بہت ڈرامے باز ہیں ویسے۔“

وہ منہ پھیرتے ہوئے بولی۔

”اچھا سوری۔“

وہ کان پکڑتے ہوئے بولا۔ توحبہ بھی مسکرا دی۔

Zubi Novels Zone

آخر کو یہ کہانی اختتام پزیر ہوئی۔ سب کو ان کے لائف پارٹنر مل گئے۔ رانیہ کو اس کی شرارتیں برداشت کرنے کے لیے جمود جیسا سا تھی مل گیا۔ مینو کو اس کے صبر کا پھل اسود کی صورت میں عطا کیا

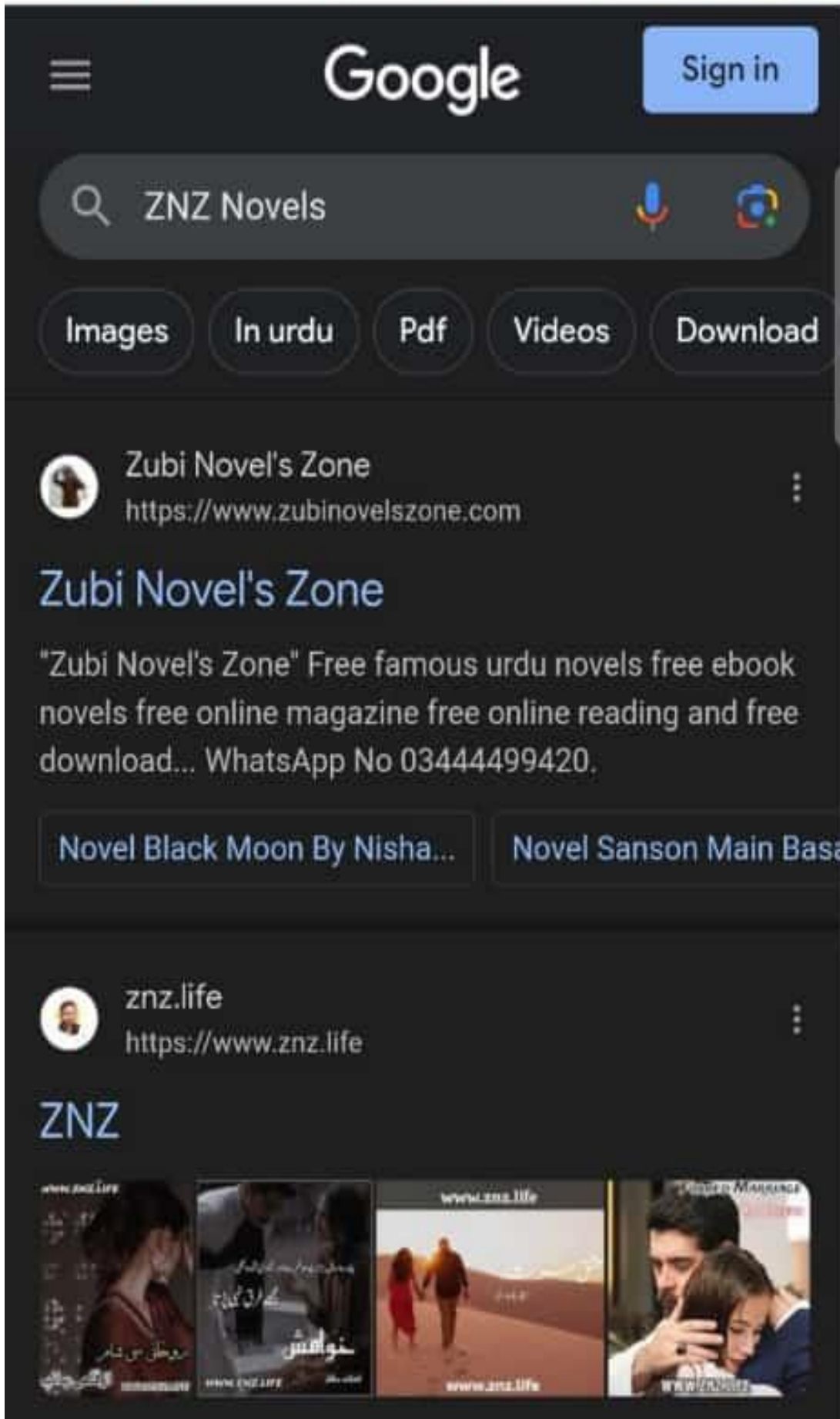
گیا۔ حب کہ حبہ کو اسی کے جیسا باتونی لڑکا مل گیا۔ ایکی کا ساتھ دینے والا
عاطف اور شبی کی باتیں سننے والا عارف اس کو مل گیا۔

THE END



اگر آپ ناول پڑھنے کے شوقین ہیں تو ہم آپ کے لئے لائے ہیں دنیا کا سب سے بڑا
ناولز کا مشہور ویب سائٹ جہاں سے آپ دنیا جہاں کے مزے کے ناولز پڑھ اور
ڈاؤنلوڈ کر سکتے ہیں جو ناولز آپ کو کبھی کسی اور ویب سائٹ سے نہیں ملے گے

ZUBINOVELSZONE.COM  **ZNZ.LIFE**



تو دیر کس بات کی ابھی گوگل پر
جائے اور ٹائپ کریں

ZNZ NOVELS

ٹوپ پر دو ویب سائٹ آجائے
گے جسکی سکرین شاٹ آپ
سامنے دیکھ سکتے ہیں کوئی بھی
ایک سائٹ وزٹ کریں اور
اپنے پسند کا ناول سرچ کر کے
باسانی ڈاؤنلوڈ کر کے پڑھ لیں
مزید کے لئے رابطہ کریں

0344 4499420

Click On The Link Above To Read More Novels /  /  [0344 4499420](https://www.zubinovelszone.com/)

<https://www.zubinovelszone.com/>

For Free Ebook Novels Link

https://heylink.me/ZUBI_NOVELS_ZONE

! اسلام علیکم

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا
تک پہنچانا چاہتے ہیں تو زوبی ناولز زون

<https://www.zubinovelzone.com>

<https://www.znzlibrary.com/>

<https://www.znz.today>

آن لائن ویب سائٹ آپ کو پلیٹ فارم فراہم کر رہا ہے اگر آپ ہماری ویب سائٹ پر اپنا ناول، افسانہ، کالم آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ابھی ای میل کریں۔

ZUBINOVELSZONE@GMAIL.COM

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل اور وٹس ایپ کے ذریعہ رابطہ کر سکتے ہیں
وہاں پر رابطہ کرنے کے لئے نیچے لنک پر کلک کرے

[0344 4499420](tel:0344_4499420)

<https://www.facebook.com/zubairkhanafri2020>

انتباہ! اس ناول کے تمام جملہ حقوق زوبی ناولز زون کے پاس محفوظ ہیں کسی بھی طرح کاپی کرنے سے گریز کیا جائے۔

<https://www.facebook.com/groups/Z.Novel.Zone>

WhatsApp Channel Link

[Channel Join Now](#)

Click On The Link Above To Read More Novels / [🔗](#) / [✉](#) [0344 4499420](tel:0344_4499420)

<https://www.zubinovelzone.com/>